قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 4 اگست 2022ء | 6 محرم 1444 ہجری قمری | 4 ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:161

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ: 119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

فرمان خلیفہ وقت

جہاں اس آیت (یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ توبہ: 119۔ناقل) میں ایمان لانے والوں کو، تقویٰ کی راہوں پر چلنے والوں کو، یہ حکم ہے کہ تم صادقوں کے ساتھ رہو وہاں ہمیں یہ بھی حکم ہے جس کی وجہ سے ہمیں ایک فکر پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کہ خود بھی صادق بنو۔ اس زمانے کے امام کی جماعت میں شامل ہو گئے ہو تو اپنے اندر بھی پاک تبدیلیاں پیدا کرو۔ خود بھی دوسروں کے لئے رہنمائی کا باعث بنو، ورنہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق صادق تو پیدا ہوتے رہیں گے، لیکن یہ نہ ہو کہ ہم تعلیم سے دُور ہٹ کر گمراہی کے گڑھے میں گرتے چلے جائیں اور صادقین کی ایک اور جماعت آجائے جو لوگوں کی رہنمائی کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو ہدایت پر قائم رکھنے کے لئے اپنے نیک بندوں کو بھیجتے رہنا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے رہیں۔ اس سے دعا مانگتے رہیں کہ ہمارا شمار ان لوگوں میں ہو جو صادقین کے ساتھ جڑنے والے، جڑے رہنے والے ہوں۔ امام الزمان کے ساتھ جڑے رہنے والے ہوں، اس کی تعلیمات سے فیضیاب ہونے والے ہوں اور اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کرنے والے ہوں اور لوگوں کی رہنمائی کا باعث بھی بنیں۔ یہ نہ ہو کہ ہم دنیا کی طرف جھکتے ہی چلے جائیں اور آہستہ آہستہ دین سے اس قدر دور چلے جائیں کہ شیطان ہم پر حملہ آور ہو جائے۔ اور شیطان تو شروع میں بڑے سبز باغ دکھاتا ہے جب حملہ کرتا ہے اور بعد میں چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ زندگی میں پھونک پھونک کر قدم مارنا چاہئے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے رہنا چاہئے، اس سے دعائیں مانگتے رہنا چاہئے…

پس شیطان سے بچنے کیلئے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیتے رہنا چاہئے۔ اپنی روحانیت کو بڑھانے کی طرف توجہ دیتے رہنا چاہئے اور اس زمانے میں جو صحیح طریقے ہمیں دین کو سمجھنے کے لئے بتائے وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی بتائے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 11 جون 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- زمین درد پہ چمکا حسین ابن علی (منظوم)
- حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار اور دنیا کے میرے دو پھول ہیں (حضرت محمدؐ)
- مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور اس کے مقاصد
- خدام الاحمدیہ پر خلافت کی شفقتیں
- صحابہ رسول اللہؐ کی فدائیت کے واقعات
- خدام صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے فدائیت کے واقعات

فرمانِ رسولؐ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ ہم نشیں کیسے ہوں۔ کن لوگوں کی مجلس میں ہم بیٹھیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا (ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو) جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

(کنزل العمال حدیث نمبر 25588)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

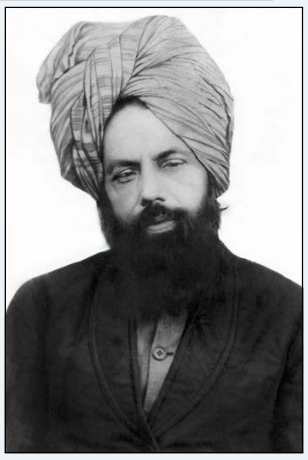

- صحبت میں بڑا شرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحبِ نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ: 119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 609 ایڈیشن 1988ء)

- لوگ تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں حقیقت ملے لیکن یہ بات جلد بازی سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ جب انسان کی روح پگھل کر آستانۂ الوہیت پر گرتی ہے اور اسی کو اپنا اصلی مقصود خیال کرتی ہے تب اس کے لئے حقیقت کا دروازہ بھی کھولا جاتا ہے لیکن یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور صحبتِ صادقین سے یہ باتیں حاصل ہوا کرتی ہیں۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 346-347 ایڈیشن 1988ء)

- دیکھو ایک زمانہ وہ تھا کہ آنحضرت ﷺ تن تنہا تھے مگر لوگ حقیقی تقویٰ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے حالانکہ اب اس وقت لاکھوں مولوی اور واعظ موجود ہیں لیکن چونکہ دیانت نہیں، وہ روحانیت نہیں، اس لئے وہ اثر اندازی بھی ان کے اندر نہیں ہے۔ انسان کے اندر جو زہریلا مواد ہوتا ہے وہ ظاہری قیل و قال سے دور نہیں ہوتا۔ اس کے لئے صحبتِ صالحین اور ان کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے فیض یافتہ ہونے کے لئے ان کے ہمرنگ ہونا اور جو عقائدِ صحیحہ خدا نے اُن کو سمجھائے ہیں ان کو سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 446 ایڈیشن 1988ء)

خدام الاحمدیہ کا عہد

اَشۡہَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔

اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ ان شاء اللہ

پاکستان کے وقت کے مطابق
جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء کا شیڈیول

مؤرخہ 5/ اگست 2022ء بروز جمعۃ المبارک

پرچم کشائی: لوائے احمدیت
20:25

تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ، فارسی نظم اور اردو ترجمہ، اردو نظم اور
افتتاحی خطاب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
20:30

مؤرخہ 6/ اگست 2022ء بروز ہفتہ

دوسرے اجلاس کا آغاز
14:00

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف آوری
تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم
خطاب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (زنانہ جلسہ گاہ)
16:00

تیسرے اجلاس کا آغاز
19:30

خطاب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
20:00

مؤرخہ 7/ اگست 2022ء بروز اتوار

چوتھے اجلاس کا آغاز
14:00

اختتامی اجلاس کا آغاز
19:30

خطاب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
20:00

زمین درد پہ چمکا حسین ابن علی

زمین درد پہ چمکا حسین ابن علی
لگایا عرش نے نعرہ حسین ابن علی

علی کا راج دلارا حسین ابن علی
ہاں فاطمہ کا سہارا حسین ابن علی

کھلا گلاب کی صورت صدی کے گلشن میں
امام ابن علی یا حسین ابن علی

جہاں جبیں یہ اطاعت کے سرزمیں پہ جھکی
وہیں پہ دل یہ پکارا حسین ابن علی

اسی کی چاند اور سورج بلائیں لیتے ہیں
تھا دین حق کا ستارہ حسین ابن علی

دکھا گیا کہ دیا! لاج کیسے رکھتے ہیں
مرے نبی کا نواسہ حسین ابن علی

دیا جیم۔ فجی

اداریہ

حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار اور دنیا کے میرے دو پھول ہیں (حضرت محمدؐ)

قسط اول

یوں تو سارے سال، مہینے اور ایام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن بعض ایام ایسے ہیں۔جن میں اللہ تعالیٰ کے خاص نشان ظاہر ہوتے ہیں۔جن کی وجہ سے وہ ’’ایام اللہ‘‘ کہلاتے ہیں۔انہی دنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ ابراہیم میں فرماتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے ایام یاد دلایا کرو۔

محرم کے ایام بھی ان ایام اللہ میں شامل ہیں جن سے بعض خاص الٰہی نشان اور خاص یادیں وابستہ ہیں اور آخری زمانہ میں رونما ہونے والے واقعات پر مشتمل پیشگوئیاں اس ماہ سے خاص تعلق رکھتی ہے۔

محرم جس کے معنی حرمت والا، تعظیم کیا گیا کے ہیں۔اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔تاریخ کے اعتبار سے جو دو تکلیف دہ واقعات اس مہینہ میں رونما ہوئے وہ دو عظیم شہادتیں ہیں۔یکم محرم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور 10 محرم 61ھ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی جس کا منظر آنحضور ﷺ کو ان کی زندگی میں رویا میں دکھلا دیا گیا تھا۔

روایت میں ہے کہ ایک خاتون حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس آئیں تو ان کو روتے ہوئے پاکر وجہ پوچھی تو حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رویا میں دیکھا کہ آپؐ کا سر اور داڑھی خاک آلود تھی۔میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کیفیت کیوں ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ ابھی ابھی حسینؓ کی شہادت کا منظر دیکھا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین)

حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیلؑ نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؓ شہید کیا جائے گا۔

(تہذیب التہذیب جلد 2، صفحہ 315، بیروت)

اسی طرح کے الفاظ ’’الامام الحسین‘‘ مولفہ عبدالواحد الخیاری الجزائری ص 314، 315 میں بھی درج ہیں۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ یوں ہے کہ جب یزید بن معاویہ نے آپ کی شہادت کا منصوبہ بنایا تو گورنر کوفہ عبداللہ بن زیاد کو اس کام پر مامور کیا۔اس نے مفتی وقت، چیف جسٹس قاضی القضاۃ شریح کو طلب کر کے حضرت حسینؓ کے واجب القتل ہونے کے فتویٰ کے لئے کہا۔قاضی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تب گورنر کوفہ ابن زیاد نے اسی رات سونے کی چند تھیلیاں اس کے گھر بھجوا دیں۔صبح ہوتے ہی قاضی شریح نے کہا کہ میں نے رات اس پر بہت غور کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ’’حسین بن علی دین رسولؐ سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا وہ واجب القتل ہے‘‘ چنانچہ اس نے قلم اٹھایا اور آپؓ کے قتل کا فتویٰ تحریر کر دیا اور اس پر ایک سو قاضیوں اور مفتیوں نے مہریں لگائیں اور سر فہرست قاضی شریح کا نام تھا۔

(جواہر الکلام از حاجی مرزا حسن، صفحہ 88 مطبع علمی تبریز ایران)

حضرت امام حسینؓ کا عالی مقام

ایک دن حضرت رسول اکرم ﷺ حالت سجدہ میں تھے کہ حسینؓ آپؐ کی پشت پر سوار ہوگئے۔جب تک حسینؓ اتر نہ گئے آپؐ نے سجدے سے اپنا سر نہ اٹھایا۔حضرت امام حسینؓ سے حضورؐ کی محبت اور قلبی تعلق کا اندازہ ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ

’’حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں‘‘

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 زیر لفظ حسین بن علی ناشر دار احیاء بیروت)

پھر فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں (حسنؓ اور حسینؓ) کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اے اللہ! انہیں محبوب رکھ اور جو انہیں محبوب رکھے تو انہیں بھی محبوب رکھ۔

(اسد الغابۃ جلد 2 زیر لفظ حسین)

پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا یہ میرے دونوں فرزند دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

(اسد الغابۃ جلد 2 زیر لفظ حسین)

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے ... مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 544-546)

آل محمدؐ اور اہل بیت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

ترجمہ: میری جان و دل حضرت محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہیں اور میری خاک آل محمدؐ کے کوچہ پر قربان ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 97)

پھر فرمایا:

’’اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنھما خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور ائمۃ الھدیٰ تھے وہ بلاشبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت ﷺ کے آل تھے۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15، صفحہ 364-365 حاشیہ)

پھر فرمایا:

’’حضرت امام حسین سید المظلومین تھے۔‘‘

(ترجمہ عربی عبارت۔سر الخلافہ، روحانی خزائن جلد 8، صفحہ 353)

عقیدت بھری کہانی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’رسول پاک ﷺ کے ساتھ عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کو آپ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعود اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا ’’آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں‘‘ پھر آپ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:

’’یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا۔مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔‘‘

اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور آنحضرت ﷺ کے جگر

گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔''

(سیرۃ طیبہ صفحہ 36)

خدا نے امام حسینؓ کا بدلہ لے لیا

ایک دوست جو شیعہ تھے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

''آپ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ امام حسین سے جو کچھ ہوا خدا تعالیٰ نے اس کا کیسے بدلہ لیا۔ یزید کے مرنے پر اس کے بیٹے کو بادشاہ بنایا گیا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کو جمع کیا اور کہا اے لوگو تم نے مجھے بادشاہ تو بنایا ہے۔ مگر میں اس کا حقدار نہیں۔ یہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔تم ان کو بادشاہ بنالو اور اگر ان کو نہیں بناتے تو یہ خلافت پڑی ہے۔ انہوں نے اس کو بہت مجبور کیا۔ لیکن یزید کے بیٹے نے جو ایک نہایت نیک انسان تھا کہا کہ میں اس کا حقدار نہیں ہوں۔ جب گھر آیا تو گھر والوں نے کہا کہ تم نے تو خاندان کی ناک کاٹ دی ہے۔

اس نے کہا میں نے ناک کاٹی نہیں بلکہ ناک لگا دی ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے امام حسین کا بدلہ لے لیا۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ، 5 جولائی 1960ء)

ایران کے نامور مؤلف علامہ السید صدر الدین صدر نے (بحوالہ تفسیر نیشا پوری، صفحہ 440) اہلبیت نبوی ﷺ کی نسبت حسب ذیل آنحضرت ﷺ کی قدیم الہامی پیشگوئی کتاب المہدی میں درج فرمائی ہے:

وہ لکھتے ہیں:

''پیغمبر اکرم ﷺ نے خیبر کے دن پرچم علیؓ بن ابی طالب کے سپرد کیا اور خدا تعالیٰ نے علی علیہ السلام کے ہاتھ سے فتح اور کامیابی کے سامان پیدا کئے۔ بعد ازاں رسولؐ خدا نے غدیر خم کے دن لوگوں میں اعلان کیا، علی ابن ابی طالب ہر مومن و مومنہ مردوزن کے آقا (سردار) ہیں اور علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بعض فضائل بیان فرمائے۔ حتیٰ کہ فرمایا جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ علی، فاطمہ اور حسنین میرے بعد مظلوم ہو جائیں گے۔

یہ مظلومیت کی حالت باقی رہے گی یہاں تک کہ ان کا قائم کھڑا ہو۔ اس (بعثت قائم) کے بعد ان کی بات ہر بات پر فائق ہوجائے گی۔ امت ان کی محبت اور دوستی پر متفق ہو جائے گی۔ ان کی ملامت کرنے والے قلیل اور ان کے دشمن ذلیل ہو جائیں گے ان کی مدح کرنے والے زیادہ ہو جائیں گے۔ یہ وہ وقت ہو گا جب شہروں میں تغیر و تبدل رونما ہو گا۔ خدا تعالیٰ کے مومن بندے ضعیف ہو جائیں گے اور آنحضرت (امام قائم) کے ظہور سے ناامید ہو جائیں گے اس وقت مہدی قائم جو میرے فرزندوں میں سے ہیں، ایک جماعت کے ساتھ ظہور فرمائیں گے۔ خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ حق کو ظاہر کرے گا اور ان کی شمشیروں کے ذریعہ باطل کو مٹادے گا۔

بعد ازاں فرمایا اے لوگو! تمہیں (مہدی) کے آشکار ہونے (یعنی ظہور) کی خوشخبری ہو کیونکہ خدا کا وعدہ برحق ثابت ہو گا۔ قضا و قدر کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ خدا تعالیٰ حکم کرنے والا اور باخبر ہے۔ خدا تعالیٰ کی (طرف سے) فتح اور غلبہ قریب ہے۔''

(کتاب المہدی، مؤلفہ علامہ السید صدر الدین صدر، ناشر مکتبہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران 1966ء صفحہ 18)

اوصاف و فضائل حضرت حسینؓ

سید الشہداء حضرت امام حسینؓ، آنحضور ﷺ کے نواسے، شیر خدا حضرت علیؓ اور خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کے بیٹے تھے جو مدینہ منورہ میں 5 شعبان 4ھ بمطابق 20 جنوری 626ء کو پیدا ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے آپؓ کے کان میں اذان دی اور حسین نام رکھا۔ یہ نام زمانہ جاہلیت میں کسی کا نہ تھا۔

(سراعلان النبلاء، ازعلامہ ذہبی، صفحہ 188 اور اسد الغابہ جلد، 2 زیر لفظ حسین)

سیدنا حضرت امام حسینؓ عابد شب بیدار تھے۔ کثرت سے روزہ رکھنا آپ کا معمول تھا۔

(العقد الفرید جلد 15 صفحہ 133 ازعلامہ احمد بن محمد)

آپ فرمایا کرتے تھے ''سچائی عزت، جھوٹ عجز، رازامانت، ہمسائیگی قرابت، معونت دوستی، عمل تجربہ، حسن خلق عبادت، خاموشی زینت، بخل فقر، سخاوت غنا اور نرمی فرزانگی ہے۔''

(تاریخ الیعقوبی جلد 2، صفحہ 246)

آپؓ عالم و فاضل، بہت روزہ رکھنے والے بہت نمازیں پڑھنے والے، حج کرنے والے، صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کثرت سے بجالانے والے تھے۔ انہوں نے 25 حج پیدل جا کر کئے۔

(اسد الغابہ جلد 2، صفحہ 20، ابن اثیر جزری)

(ابو سعید)

(قسط دوم ہفتہ کو ان شاء اللہ)

بقیہ: مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور اس کے مقاصد...... از صفحہ 5

نسل پر پھیلا ہوا نہیں بلکہ کئی نسلوں نے اس کی تکمیل کرنی ہے۔ پس جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ تو ہم یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ہر بڑے کا احترام کریں گے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بڑے کا احترام نہیں کرتا وہ میری فوج کا سپاہی نہیں جب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تو ہم یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم چھوٹوں پر شفقت کرنے والے ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور رحم کی نگاہ سے انہیں نہیں دیکھتا اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت نہیں کرتا وہ میری فوج کا سپاہی نہیں ہے۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 54)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

عبادات کے کئی مراحل ہیں اور آپ جو خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ آپ کا عبادت کا زمانہ ہے وہ لوگ جو جوانی میں عبادت نہیں کرنا جانتے ان کی بڑھاپے کی عبادتیں بھی بے کار ہوتی ہیں سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا فضل غیر معمولی طور پر کسی کو توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جوانی ہی وہ دور ہے جس میں عبادت کرنے کا مزہ بھی آتا ہے اور عبادت کرنے کی توفیق بھی زیادہ ملتی ہے بڑھاپے میں تو کمزوریاں اور بیماریاں ہیں ہڈیاں دکھتی ہیں انسان خواہش بھی کرتا ہے تو بعض دفعہ آنکھ نہیں کھلتی، آنکھ کھلتی ہے تو دماغ سستی اور کمزوری کا شکار ہو چکا ہوتا ہے۔ طبیعت میں زور نہیں رہتا اور انسان اپنی عبادت میں جان نہیں ڈال سکتا۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے استثناء ہیں، جو استثناء آپ کو نظر آئیں گے ان میں سے اکثر وہ لوگ نظر آئیں گے جنہیں جوانی میں عبادت کی عادت پڑی تھی وہی عبادتیں ہیں جو پھر آگے بڑھاپے میں بھی ان کا ساتھ دیتی رہتی ہیں تو عبادت کرنے کی طرف توجہ کریں۔ اور بڑے اہتمام اور توجہ سے نماز باجماعت قائم کریں اور صرف نماز باجماعت ہی کو قائم نہ کریں بلکہ خدام کو بار بار یاددہانی کروائیں کہ وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے تعلق کو ہمیشہ یاد رکھا کریں اور زندہ رکھا کریں۔

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 209)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ کو ذاتی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ:

''احمدیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ معاشرے کے برے اثرات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔ تعلیمی میدان میں مقام پیدا کریں، اچھا سائنسدان، ڈاکٹر، انجینئر اور ماہر زراعت احمدی نوجوانوں سے ملنا چاہئے۔ سخت محنت کی عادت ڈالیں، سستیاں ترک کر دیں، جہاں بھی کام کریں اس روح سے کام کریں تو کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ نظام جماعت سے وفادار رہیں، اپنے عہد کے مطابق جان و مال اور وقت کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ 160-161)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''خدام الاحمدیہ کے حوالے سے بتا دوں کہ خدام الاحمدیہ کا ایک کام، بہت بڑا کام خلافت احمدیہ کی حفاظت بھی ہے اور اس کے لیے وہ عہد بھی کرتے ہیں۔ اور حفاظت یہ نہیں ہے کہ صرف عمومی کی ڈیوٹی دے دی یا حفاظت خاص کی ڈیوٹی دے دی۔ یہ کام تو اور دوسرے بھی کر سکتے ہیں۔ اصل حفاظت یہ ہے کہ خلیفہ وقت کے الفاظ کو پھیلایا جائے۔ ان پر عمل کیا جائے۔ ان پر عمل کروایا جائے۔ اور نئی نسل کو سنبھالا جائے۔ صرف یہ دعویٰ کر لینا کافی نہیں کہ ہم دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ یہ لڑائی کا تو مسئلہ نہیں ہے۔ آج کل کی لڑائی، آج کل کا جہاد یہ ہے کہ باتوں پر عمل کیا جائے۔ اور یہی وہ اصل کام ہے جو خدام الاحمدیہ نے کرنا ہے۔ ہر قائد کا کام ہے، ہر زعیم کا کام ہے، ہر ناظم کا کام ہے، ہر مہتمم کا کام ہے اور صدر صاحب کا کام ہے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو باتیں کہی جاتی ہیں۔

(خطاب 25/اکتوبر 2019ء بمقام مہدی آباد جرمنی)

(الفضل آن لائن 25 فروری 2020ء)

سید عمار احمد

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور اس کے مقاصد

ہر قوم کی زندگی اس کے نوجوانوں سے وابستہ ہے۔مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اس مبارک ہستی کے ذریعہ ہوا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا کہ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔حضرت مصلح موعود صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عالمگیر غلبہ اسلام کے لئے جن عظیم الشان تحریکوں کی بنیاد رکھی ان میں سے ایک اہم اور دور رس نتائج کی حامل عظیم الشان تحریک مجلس خدام الاحمدیہ ہے جس کا قیام 31جنوری 1938 ءکو عمل میں آیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام

حضورؓ کو اپنے عہد خلافت کے ابتداء ہی سے احمدی نوجوانوں کی تنظیم و تربیت کی طرف ہمیشہ توجہ رہی کیونکہ قیامت تک اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لئے ضروری تھا کہ ہر نسل پہلی نسل کی پوری قائم مقام ہو اور جانی اور مالی قربانیوں میں پہلوں کے نقش قدم پر چلنے والی ہو اور ہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ اسلام کا جھنڈا بلند رکھیں۔

حضرت امیر المومنین نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف انجمنیں قائم فرمائیں مگر ان سب تحریکوں کی جملہ خصوصیات مکمل طور پر مجلس خدام الاحمدیہ کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور حضرت امیر المومنین کی براہ راست قیادت،غیر معمولی توجہ اور حیرت انگیز قوت قدسی کی بدولت مجلس خدام الاحمدیہ میں تربیت پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو ایسے مخلص، ایثار پیشہ ، دردمند دل رکھنے والے ، انتظامی قابلتیں اور صلاحتیں رکھنے والے مدبر دماغ میسر آگئے جنہوں نے آگے چل کر سلسلۂ احمدیہ کی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آئندہ بھی ہم خدا تعالیٰ سے یہی امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر نسل میں ایسے لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس مجلس کی بنیاد رکھتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ

میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے (دشمن کے) ان کے حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے اسی کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہیں اور درحقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے ...... بے شک وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف نہیں وہ میری ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ہر شخص قبل از وقت ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جو وہ اپنے کسی بندے (کو) دیتا ہے ......آج نوجوانوں کی ٹریننگ کا زمانہ ہے اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا۔مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 445-456 ایڈیشن 2007ء)

مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی بنیادی غرض

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کی تاسیس کے زمانہ میں واضح لفظوں میں اس کی غرض و غایت یہ بیان فرمادی تھی:۔

میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہوجائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دونسلوں تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 446 ایڈیشن 2007)

مجلس خدام الاحمدیہ کا ابتدائی لائحہ عمل

ابتدائی مراحل سے گذرنے کے بعد خدام الاحمدیہ کا اس وقت کا لائحہ عمل حسب ذیل قرار پایا اور اس کے مطابق مجلس کا کام بھی مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا:

1. سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم
2. سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں میں قومی روح اور ایثار پیدا کرنا
3. اسلامی تعلیم کی ترویج و اشاعت
4. نوجوانوں میں ہاتھ سے کام کرنے اور صاف ماحول میں رہنے کی عادت پیدا کرنا
5. نوجوانوں میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کی کوشش کرنا
6. نوجوانوں کی ذہانت کو تیز کرنا
7. نوجوانوں کو قومی بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کیلئے ان کی ورزش کا اہتمام
8. نوجوانوں کو اسلامی اخلاق میں رنگین کرنا (مثلاً سچ، دیانت اور پابندی نماز وغیرہ)
9. قوم کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت اور نگرانی کہ ان کی آئندہ زندگیاں قوم کے لئے مفید ثابت ہوسکیں
10. نوجوانوں کو سلسلہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے کی ترغیب وتحریص
11. نوجوانوں میں خدمت خلق کا جذبہ
12. نوجوانان سلسلہ کی بہتری کے لئے حتیٰ الوسع ہر مفید بات کو جامہ عمل پہنانا

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 556-557)

مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتداء سے ہی اس مجلس پر شفقت فرماتے ہوئے اس کی ہمیشہ راہنمائی فرمائی اور زریں ہدایات سے نوازا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی راہنمائی میسر آئی۔ آپؒ کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس خدام الاحمدیہ کی نشوونما کے لئے بیش قیمت ہدایت عطا فرماتے رہے اور مجلس ہر آنے والے دن میں بہتر سے بہتر کارکردگی کی راہ پر آگے بڑھتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نگرانی و راہنمائی میں مجلس خدام الاحمدیہ اپنے ترقی اور عروج کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ خدام الاحمدیہ سے متعلق خلفاء کرام کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بانئ تنظیم نے ارشاد فرمایا کہ

’’خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ تھی کہ نوجوانوں میں دینی روح پیدا کی جائے اور ان کے قلوب میں دین کے لئے اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔‘‘

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 294)

اسی طرح ایک اور موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

خدام الاحمدیہ اس بات کو اپنے پروگرام میں خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قومی اور ملی روح کا پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اصولی طور پر ہر ایک سے یہ اقرار لیا جائے اور اسے بار بار دہرایا جائے۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 101)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں کہ

’’میں آج اپنے عزیز بچوں اور بھائیوں کو اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا کرو اور ان بنیادوں پر ہی خدام الاحمدیہ کے سارے کاموں کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اگر بنیاد نہ ہو تو پھر آپ ہوائی قلعے تو بنا سکتے ہیں لیکن وہ مضبوط قلعے نہیں بنا سکتے جن کے متعلق بعض دفعہ خدا تعالیٰ یہ اظہار کرتا ہے کہ میرا محبوب محمد ﷺ ان قلعوں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ صرف اس قلعہ میں پناہ گزین ہو سکتے ہیں صرف وہ قلعہ آپ کے دین کی حفاظت کرسکتا ہے صرف وہ قلعہ دشمن کے حملوں سے آپ کے لائے ہوئے اسلام کو بچا سکتا ہے۔صرف اس قلعہ سے جوابی اور جارحانہ حملہ کیا جا سکتا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر اور اللہ کے خوف اور خشیت کی بنیادوں کے اوپر کھڑا کیا جائے جو قلعہ ہوا میں بنایا جائے اس کے نتیجہ میں خیالی پلاؤ پکائے بھی جا سکتے ہیں اور شاید کھائے بھی جا سکیں۔ لیکن خیالی پلاؤ نے نہ آپ کو فائدہ دینا ہے اور نہ دنیا کو فائدہ پہنچانا ہے۔ ان بنیادوں کو مضبوط کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہر شخص کے لئے انفرادی طور پر اور جماعت کے لئے بحیثیت جماعت خصوصاً آنے والی نسلوں کو اس طرح تربیت دینا کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور خشیت اللہ سے وہ معمور ہوں، بڑا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارا کام ایک

بقیہ صفحہ 4 پر

عبید اللہ خان

خدام الاحمدیہ پر خلافت کی شفقتیں

دین حق کے کامل غلبہ کے لئے جب خدا تعالیٰ نے اس دور میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے آنحضرت ﷺ کے بروز کے طور پر مہدی و مسیح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انکے ہاتھ سے اسلام کی تجدید اور اسکے حتمی غلبہ کی تخم ریزی فرمائی تو ساتھ ہی قدرت ثانیہ کی صورت میں اس تخم ریزی سے پیدا ہونے والے نظام عالم کی بنیاد بھی رکھ دی۔ اور پھر قدرت ثانیہ کے دور میں الٰہی نوشتوں کے رو سے اس مہدی دوراں کو ایک پسر موعود کی صورت میں ایک ایسا سلطان نصیر عطا کیا جس نے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ کی تقدیر سے وافر حصہ پاتے ہوئے ایک ایسے نظام عالم کی بنیادیں اس الٰہی جماعت میں مستحکم کرنے کی توفیق پائی جو آخرین کے دور میں لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ کا عظیم الشان مظہر ہو۔

جوانی کی عمر ایک انسان کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ دین پر عمل کرنے اور خدمت دین کے لئے بھی اس عمر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اسی پر انسانی کی بعد کی زندگی کی بنیاد ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جوانی کی عمر کی اہمیت کے پیش نظر اس حوالے سے جماعت کو نصائح فرمائیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

’’نوجوانوں کو خدمت دین میں دن رات مشغول رہنا چاہیئے۔‘‘

(بدر یکم جنوری 1905ء)

نیز فرمایا۔

’’اب وقت تنگ ہے میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کے وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اسکے بعد کوئی موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 263 ایڈیشن 1984ء)

نظام جماعت کی بنیادی اینٹ تو حضرت مسیح موعودؑ نے پہلی بیعت لے کر 23مارچ 1889ء کو ہی رکھ دی تھی۔ بعد ازاں اس ابتدائی نظام میں دوسرا بڑا سنگ میل نظام وصیت کے قیام اور صدر انجمن احمدیہ جیسا ادارہ قائم ہونا تھا۔ جس سے کشتی نوح کے مثل اس نظام کے بنیادی خدوخال واضح ہونے لگے۔ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر اور المصلح الموعودؓ کے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد اس نظام میں سے خدائی تقدیر فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (الحج:53) اور وعدوں کے موافق اس انجمن نے ایک نئے سرے سے پاک ہو کر خلافت کی اطاعت کا جوا اپنے سر رکھا۔ لیکن وہ تیز گام بڑھنے والا مصلح الموعودؓ لدنی فراست کی روشنی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام کو جو ترقیات اور غلبہ مقدر ہے وہ محض ایک انجمن کے قیام سے وابستہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہر علم و عمل کے ہر پہلو اور فتح و ظفر کے پیش آمدہ تقاضوں کے پیش نظر آپؓ نے جہاں دیگر مرکزی انجمنوں تحریک جدید اور وقف جدید کو قائم فرمایا وہیں ذیلی تنظیموں کا قیام بھی بلاشبہ دینی و ملی فتوحات کے لئے ایک عظیم اور لازوال کارنامہ ہے۔

مضمون ہٰذا میں خدام الاحمدیہ کی تنظیم کو خلافت سے جو فیوض، برکات اور ہر لحاظ سے راہنمائی اور سرپرستی حاصل رہی ہے اس پر مختصراً روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دور خلافت ثانیہ

پس منظر

جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ابتدا سے ہی جماعت کے ساتھ یہ سلوک رہا ہے کہ جب کوئی ابتلا آتا ہے تو اسکے ساتھ ہی ترقیات کی ایک نئی راہ کھول دی جاتی ہے۔ خدام الاحمدیہ کی داغ بیل ڈالنے کا سبب بھی ایک ابتلا ہی ہوا۔ 1937ء کے اواخر میں جب شیخ عبدالرحمٰن مصری نے فتنہ کھڑا کیا اور خلیفہ وقت کی ذات پر مذموم حملوں اور عزل خلفا کا سوال اٹھایا تو ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نوجوانوں کو آگے لانے کا بھی فیصلہ کیا۔ آپؓ نے اس کی اولین ذمہ داری مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کو دیتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ نوجوانوں کو اس فتنہ کے مقابلے کے لئے تیار کیا جائے۔ جس پر مکرم شیخ صاحب نے اپنے مبلغین کلاس کے طلبا کو فوری طور پر اس کار خیر میں حصہ لینے کی تحریک کی۔ اس ضمن میں ابتدائی شاملین کا ایک اجلاس مورخہ 31جنوری 1938ء کو ہوا۔ بعد ازاں اسی مجلس کی بابت مزید راہنمائی اور نام کے لئے جب حضورؓ کی خدمت میں درخواست کی گئی تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس مجلس کا نام ’’مجلس خدام الاحمدیہ‘‘ رکھا۔ اس مجلس کے پہلے صدر مولانا قمرالدین صاحب اور جنرل سیکرٹری مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے منتخب ہوئے۔

قیام

خدام الاحمدیہ کی تنظیم کا قیام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات کے ماتحت 1938ء میں ہوا۔ اس تنظیم میں آپ نے عمر کا جو حصہ مقرر فرمایا وہ 15 سال سے 40 سال تک کا ہے۔ عمر کا یہ زمانہ نوجوانی کی ابتدا سے پختگی تک کا ہے۔ گویا ابتدا سے ہی احمدی نوجوان کو ایک ایسے نظام کا حصہ بنا دیا جو کچی عمر سے پختگی کی عمر کو پہنچتے پہنچتے تربیت کے ابتدائی مراحل طے کر لے اور نظام کی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل ہو جائے۔ اور یوں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ قومی رنگ میں ایک مربوط نظام تشکیل پا جائے اور ایک ایسا ذیلی نظام تیار ہو، جو عمر کے اس ابتدائی حصے میں کام اور نظام کو چلانے اور اس کا حصہ بننے کی تربیت حاصل کریں اور پھر یہی تربیت یافتہ افراد مرکزی نظام کو چلانے کے لئے مہیا ہو سکیں۔ آپؓ نے ابتدا سے ہی جماعت کو یہ سبق دیا تھا کہ ’’قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں۔‘‘

خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ابتدائی اور بنیادی خدوخال

ابتدا میں اس مجلس کا کام علوم دینیہ کا مطالعہ کرنا اور جماعت اور خلافت کے خلاف اعتراضات کی تحقیق اور جواب دینا تھا جو حضورؓ کی ہدایات اور راہنمائی میں خوش اسلوبی سے سرانجام پاتا رہا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس تنظیم پر از راہ شفقت غیر معمولی توجہ اور راہنمائی کا آغاز کر دیا اور اپنے خطبات، خطابات میں اس تنظیم کے بنیادی خدوخال، دستور العمل اور تنظیم سازی کے لئے ہدایات سے نوازنا شروع کر دیا اور یوں خدام الاحمدیہ وجود میں آتے ہی حضرت المصلح الموعودؓ کی غیر معمولی اور خداداد راہنمائی سے مشرف ہونے کی سعادت پانے لگی۔ یکم اپریل 1938ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنا ولولہ انگیز خطبہ جمعہ خدام الاحمدیہ کو مخاطب کر کے اس تنظیم کی اہمیت، لائحہ عمل اور مقاصد کو بیان فرمایا۔ حضورؓ نے خدام الاحمدیہ کو حضرت طلحہؓ کا نمونہ اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ آپؓ نے احد کے میدان میں حضرت طلحہؓ کا اپنا ہاتھ نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے کرنے اور اس پر تیر کھانے والے واقعے کا حوالہ دے کر فرمایا۔

’’دیکھو کتنا عظیم الشان سبق اس واقعے میں پنہاں ہے۔ طلحہؓ جانتے تھے کہ آج محمد ﷺ کے چہرہ مبارک کی حفاظت میرا ہاتھ کر رہا ہے۔ اگر میرے اس ہاتھ میں ذرا بھی حرکت ہوئی تو تیر نکل کر محمد ﷺ کو جا لگے گا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ کو نہیں ہلایا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس ہاتھ کے پیچھے محمد ﷺ کا چہرہ ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو۔ اگر تم بھی یہ سمجھنے لگو کہ ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ اور اسلام اور محمد ﷺ دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ تو تم بھی ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہو جاؤ اور تم بھی ہر وہ تیر جو اسلام کی طرف پھینکا جاتا ہے اپنے ہاتھوں اور سینوں پر لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس تنظیم کے لئے علاوہ علمی تحقیق کے بعض مزید امور بھی اسکے لائحہ عمل میں شامل فرمائے۔ جن میں 1- اپنے ہاتھ سے روزانہ کام کرنا (وقار عمل) 2 - درس و تدریس (تعلیم و امور طلبا) 3 - پابندی نماز کی تلقین (تربیت) 4 - بیوگان معذور اور مریضوں کی خبر گیری 5 - تدفین و تکفین اور دیگر تقاریب میں امداد وغیرہ (خدمت خلق)۔

مجلس خدام الاحمدیہ کو عالمگیر مجلس بنانے کا ارشاد

گو ابتدا میں حضورؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کو صرف دو سال کے لئے قائم فرمایا تھا لیکن اسکے باوجود آپؓ نے اسے وسعت دینے کا پلان سامنے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے خطبہ فرمودہ یکم اپریل 1938ء میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اسی طرح میں اعلان کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں عارضی طور پر سال دو سال کیلئے قادیان کی مجلس خدام الاحمدیہ کی بیرونی جماعتوں کی مجالس خدام الاحمدیہ شاخیں ہونگی۔ اور انکا فرض ہو گا کہ اس انجمن کے ساتھ اپنی انجمنوں کا الحاق کریں۔‘‘

چھوٹے بچوں کی ذمہ داری

خدام الاحمدیہ کے سپرد کرنا

قیام کے فوری بعد ہی حضورؓ نے 15 اپریل 1938ء کو 15 سال سے کم عمر بچوں کی تنظیم اطفال الاحمدیہ کے قیام کا ارشاد فرمایا اور 23 اپریل کو یہ تنظیم قائم ہوگئی۔ اس تنظیم کو آپؓ نے خدام الاحمدیہ کے ماتحت اور

زیر نگرانی ہی رکھا۔

مجلس خدام الاحمدیہ کو تحریک جدید کی فوج قرار دینا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 نومبر 1938ء کو جہاں خدام الاحمدیہ کے کام کی تعریف فرمائی اور انکو اپنا کام استقلال سے جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا وہیں آپ نے خدام الاحمدیہ کو تحریک جدید کی فوج بھی قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

’’مجلس خدام الاحمدیہ تحریک جدید کی فوج ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس فوج میں داخل ہونگے اور اپنی عملی جدوجہد سے ثابت کردیں گے کہ انہوں نے اپنے فرائض کو سمجھا ہوا ہے۔‘‘

ذیلی تنظیموں میں شمولیت کو لازمی قرار دینا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 1940ء میں ذیلی تنظیموں انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ میں شمولیت کو لازمی قرار دیا۔ آپ نے فرمایا۔

’’جو پریذیڈنٹ یا امیر یا سیکرٹری ہیں ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مجلس میں شامل ہوں۔کوئی امیر نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اور کوئی سیکرٹری نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔اگر پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم ہے تو اسکے لئے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری ہوگا۔۔۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی عمر کے مطابق ان میں سے کسی نہ کسی مجلس کا ممبر بنے۔۔‘‘

جسمانی استعدادوں کو ترقی دینے سے متعلق ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدام الاحمدیہ کو اپنی جسمانی استعدادوں کو ترقی دینے سے متعلق بھی خصوصیت سے ہدایات مرحمت فرمائیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو خدام الاحمدیہ کی تعلیم وتربیت کا کس قدر احساس تھا اور آپ خدام کو کس درجے کا علمی اور جسمانی صحت کا نمونہ دیکھنا چاہتے تھے۔ ذیل میں آپ کے بعض ارشادات اس حوالے سے پیش خدمت ہیں۔

’’میرے نزدیک تمام مشقوں میں سے ایک نہایت ہی اہم مشق جس سے دشمن کے مقابلے میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور جس طرف ہماری جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہئے۔ وہ حواس خمسہ کو ترقی دینے کی کوشش ہے۔ یہ ایک نہایت ہی اہم اورضروری چیز ہے۔۔۔۔مثلاً ناک کی حس ہے اور اس سے بڑے بڑے کام لئے جاسکتے ہیں۔۔۔۔اسی طرح بعض لوگوں کی مزے کی حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ حیرت آتی ہے اور یہ حس بھی بہت حد تک بڑھائی جاسکتی ہے۔۔۔اسی طرح کانوں کی حس ہے۔ اسکو بڑھا کر بھی حیرت انگیز کام لئے جاسکتے ہیں۔۔۔تو یہ مشقیں نہایت اہم ہیں۔ اسی طرح ذائقہ کی مشق ہے۔لمس کی مشق ہے۔ ان تمام مشقوں سے بڑے بڑے کام لئے جاسکتے ہیں۔۔۔۔اسی طرح لاٹھی چلانے کا فن نہایت اعلیٰ درجے کی چیز ہے۔۔۔۔‘‘

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ 18 اکتوبر 1942ء)

خدام الاحمدیہ کے سات سالہ پروگرام کا اجرا

1945ء میں جب خدام الاحمدیہ کے قیام کو سات سال گزر چکے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے گزشتہ سات سالوں کے کام کو غیرتسلی بخش قرار دیا اور اس کمی کو آئندہ سات سالوں میں پورا کرنے کا ٹارگٹ دیا۔ لہٰذا 1945ء کے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ سے خطاب فرماتے ہوئے حضورؓ نے کچھ شعبوں میں بہتری لانے کی تلقین فرمائی اور اس ضمن میں نہائیت موزوں رنگ میں خدام کی راہنمائی فرمائی۔ان شعبوں کا مختصر جائزہ کچھ اس طرح سے ہے۔

- **وقارعمل:** آپؓ نے فرمایا کہ’’آئندہ سالوں میں ہاتھ سے کام کرنے، کی روح کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور خدام سے ایسے کام کرائے جائیں جن میں ہتک محسوس کرتے ہوں اور وہ کام انفرادی طور پر کرائے جائیں۔۔۔
- **تربیت واصلاح:** ’’خدام کی سختی کے ساتھ نگرانی کی جائے کہ وہ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں یا نہیں۔‘‘
- **تعلیم:** ’’خدام الاحمدیہ کے پروگرام میں یہ بات بھی شامل ہونی چاہئے کہ خدام کی پڑھائی کا خیال رکھا جائے۔اور اس بات کی نگرانی کی جائے کہ کون کون خادم سٹڈی کے وقت گلیوں میں پھرتا ہے۔‘‘
- **کام کا ریکارڈ رکھنا:** ’’کوشش کرنی چاہئے کہ ہر کام کے نتائج کسی معین صورت میں ہمارے سامنے آسکیں۔اگر ہمارے پاس ریکارڈ محفوظ ہو تو ہم اندازہ کرسکیں گے کہ پچھلے سال سے اس سال نمازوں میں کتنے فیصدی ترقی ہوئی۔تعلیم میں کتنے فیصدی ترقی ہوئی۔اخلاق میں کتنے فیصدی ترقی ہوئی۔کتنے خدام پچھلے سال باہر کی جماعتوں سے سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے آئے اور کتنے اس سال آئے ہیں۔۔۔‘‘
- **ذہانت وجسمانی صحت:** خدام الاحمدیہ کا یہ فرض ہے کہ نوجوانوں کی صحت کی طرف جلد توجہ کریں۔اور انکے لئے ایسے کام تجویز کریں جو محنت کشی کے ہوں اور جن کے کرنے سے انکی ورزش ہو اور جسم میں طاقت پیدا ہو۔۔‘‘
- **سائنس اور مشینری کے کام سیکھو:** ہر جماعت میں جتنے پیشہ ور ہیں، ان سے کہا جائے کہ وہ خدام کو سائیکل کھولنا اور جوڑنا یا موٹر کی مرمت کا کام یا موٹر ڈرائیونگ سکھادیں۔یہ کام ایسے ہیں کہ ان میں انسان کی صحت بھی ترقی کرتی ہے اور انسان بطور ہابی (hobby) کے سیکھ سکتا ہے۔۔۔ یہ سائنس کی ترقی کا زمانہ ہے۔ اس لئے خدام الاحمدیہ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد سائنس کے ابتدائی اصولوں سے واقف ہوجائے۔۔‘‘

تجارت اور صنعت وحرفت کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت

مورخہ 28 دسمبر 1945ء کو حضورؓ نے خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ’’ہماری جماعت کو اب تجارت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ میں نے بارہا بتایا ہے کہ تجارت ایسی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا میں بہت بڑا اثر ورسوخ پیدا کیا جاسکتا ہے۔۔‘‘

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا۔

’’پس میں اپنے نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تعلیم محض اس لئے حاصل نہ کریں کہ اسکے نتیجہ میں انہیں نوکریاں مل جائیں گی۔ نوکریاں قوم کو کھلانے کا موجب نہیں ہوتیں۔بلکہ نوکر ملک کی دولت کو کھاتے ہیں۔ اگر تم تجارتیں کرتے ہو۔صنعتوں میں حصہ لیتے ہو۔ ایجادوں میں لگ جاتے ہو تو تم ملک کو کھلاتے ہو اور یہ صاف بات ہے کہ کھلانے والا کھانے والے سے بہترین ہوتا ہے۔نوکریاں بیشک ضروری ہیں لیکن یہ نہیں کہ ہم سب نوکریوں کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں تا کہ ملک کو ترقی حاصل ہو اور کم سے کم ملازمتیں کریں۔صرف اتنی جتنی ملک کو اشد ضرورت ہو۔‘‘

(فرمودہ 21 نومبر 1952ء، مشعل راہ جلد اول صفحہ 648)

دور خلافت ثالثہ

1965ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی المناک رحلت کے بعد خدام الاحمدیہ کی تنظیم نے قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کے دور میں قدم رکھا۔ اس وقت تک خدام الاحمدیہ کی تنظیم اپنے قیام کے بعد سے 27 سال کا عرصہ خلافت ثانیہ کے زیرسایہ گزار چکی تھی۔ اور اب ایک ایسی شخصیت کو خدا تعالیٰ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا تھا جو خود خدام الاحمدیہ کے بانی کارکنان میں سے تھے اور اس تنظیم کی صدارت کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جہاں ابتدا سے ہی خدام الاحمدیہ کو اپنی خداداد راہنمائی کی آغوش میں لے لیا وہیں آپؒ کی براہ راست نگرانی اور سرپرستی بھی خدام الاحمدیہ کو میسر رہی۔

خدام کو ماٹو دینا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مقام خلافت پر متمکن ہوتے ہی دسمبر 1965ء میں خدام الاحمدیہ کو ماٹو دیا جسکے الفاظ آپ نے یہ بیان فرمائے کہ ’’تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں۔‘‘

خدام الاحمدیہ کی مجالس کے کام کا جائزہ

حضور رحمہ اللہ نے مئی 1966ء میں مجالس کے مہتممین اور قائدین اضلاع سے خطاب فرمایا جس میں مجالس کے کام اور رپورٹس کے حوالے سے جائزہ لیا۔ اور اس حوالے سے کارکردگی میں جو کمی تھی اس بارے میں توجہ دلائی۔آپ نے ایک بنیادی معیار کے حصول کے لئے ٹارگٹ مقرر فرمایا۔آپ نے فرمایا۔

’’جب تک آپ کے ماتحت یا آپ کے علاقہ یا آپ کے ضلع میں ایک مجلس بھی ایسی ہے جو کم سے کم معیار پر نہیں آئی۔اگر آپ اس بات سے تسلی پکڑ لیں کہ ہم چونکہ نسبتاً اچھا کام کرکے علَم انعامی حاصل کرلیتے ہیں اس لئے ہم اچھا کام کرنے والے ہیں تو یہ غلطی ہوگی۔‘‘

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 4)

احمدی نوجوانوں کو وقف زندگی کی تحریک

حضور رحمہ اللہ نے اسی سال یعنی جون 1966ء میں نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ آپ نے فرمایا ۔

’’مشرقی افریقہ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے حالات کا یہ تقاضا ہے کہ ہمارے احمدی نوجوان زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنی زندگیاں وقف کریں اور یہاں مرکز میں رہ کر تربیت حاصل کریں اور اسکے بعد بیرون پاکستان جاکر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیں‘‘

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 8)

وقارعمل، خدمت خلق اور صحت جسمانی کی اہمیت کو ازسرنو اجاگر کرنا

حضرت خلیفۃ ثالثؒ نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع 1966ء سے مورخہ 23 اکتوبر کو باوجود طبیعت کی خرابی اور بخار کے خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپؒ نے جہاں دیگر تربیتی امور کی طرف خدام کی توجہ دلائی وہیں خدام الاحمدیہ کے بعض شعبوں میں سستی کیطرف بھی نشاندہی فرمائی۔ان شعبوں میں وقارعمل، خدمت خلق اور صحت جسمانی شامل تھے۔ اس خطاب سے بعض اقتباسات پیش ہیں۔

’’ہمارے سپرد ایک کام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ کیا تھا کہ ہم ایک خاص طریق پر وقارِ عمل منائیں۔ لیکن اب ہم نے اس طریق پر وقارِ عمل منانا چھوڑ دیا ہے۔ یا ہم ایک حد تک اس سے غافل ہو گئے ہیں۔۔۔ وقارِ عمل کی روح یہ ہے کہ ہر احمدی نوجوان کو اس بات کی عادت ڈال دی جائے کہ وہ کسی کام کو بھی ذلیل اور حقیر نہ سمجھے اور جب تک یہ ذہنیت ہمارے نوجوانوں میں پیدا نہ ہو اس وقت تک وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے اہل ہو ہی نہیں سکتے جو ذمہ داریاں خدا تعالیٰ نے ان پر ڈالی ہوئی ہیں۔۔۔ ہر ایک احمدی نوجوان کا فرض ہے کہ وہ خدمتِ خلق کی طرف بہت ہی توجہ دے۔ خدمتِ خلق جس منبع سے نکلی ہے پتہ ہے وہ کیا ہے؟ وہ منبع ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے دل کی کیفیت بتائی گئی ہے۔۔۔ اس ذہنیت کے سرچشمے سے خدام الاحمدیہ کی خدمتِ خلق کا جذبہ نکلا ہے۔۔۔ جہاں کہیں کوئی مصیبت زدہ ہو اسکی مصیبت دور کرنے کا پہلا فرض آپ کا ہے۔۔۔

تیسری چیز ہے صحت جسمانی۔ آپ کو پتہ ہی ہے کہ میں نے اپنی آدھی عمر خدام الاحمدیہ میں بحیثیت صدر کے گزاری ہے۔ لیکن ایک چیز جو مجھے سمجھ نہیں آتی تھی آج ہی سمجھ آئی ہے۔ جب میں آپ کے لئے سوچ رہا تھا تو میرے دماغ میں آیا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے صحت جسمانی اور ذہانت کو بریکٹ کر کے ایک ہی شعبہ بنا دیا تھا۔ جب میں سوچ رہا تھا تو یکدم میرے ذہن میں قرآن کریم کی ایک آیت کا ٹکڑا آیا اور وہ ٹکڑا یہ ہے اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (القصص:27) یہ فقرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان دو لڑکیوں نے اپنے باپ کو کہا تھا جنکے جانوروں کو آپ نے پانی پلایا تھا۔ یعنی اگر تم نے کسی شخص کو اجرت پر ہی رکھنا ہے تو جس شخص کو اجرت پر رکھا جائے اگر اس میں دو خوبیاں پائی جائیں تو وہ بڑا ہی اچھا کام کرنے والا ثابت ہو گا۔ ایک تو وہ مضبوط جسم کا ہو اور دوسرے وہ امین ہو۔ اور لفظ امین میں ذہانت والا پہلو آ جاتا ہے۔۔۔ پس صحت جسمانی کی طرف اور ذہانت کی طرف ہمیں خاص توجہ کرنی چاہئے۔‘‘

خدام الاحمدیہ کے رومال کا نمونہ

مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر 5 اکتوبر 1972ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خدام الاحمدیہ کے لئے ایک رومال تجویز فرمایا۔ اور فرمایا کہ ’’ہم نے خادم کی علامت کے طور پر ایک رومال تجویز کیا ہے۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں ہر خادم اسلام کے پاس یہ رومال ہونا چاہئے۔‘‘

سائیکل چلانے اور غلیل کے استعمال کی تحریک

حضور رحمہ اللہ نے مورخہ 2 نومبر 1973ء کے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ سے خطاب فرماتے ہوئے خدام کو سائیکل چلانے کی تحریک فرمائی۔ اسکے مقاصد جو حضورؒ نے بیان فرمائے وہ جسمانی صحت میں بہتری، بیماریوں سے نجات اور وقت کی بچت تھی۔

اسی خطاب میں حضورؒ نے خدام کو غلیل کے استعمال اور اسے رکھنے کی تحریک بھی فرمائی۔

دور خلافت رابعہ

قدرت ثانیہ قیامت تک چلنے والا ایک دور ہے۔ لیکن جیسا کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور جماعت کے اندرونی تغیر پذیری تقاضا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ان تقاضوں کے ماتحت اپنی ایک نئی تجلی کے ماتحت ایک وجود کو قدرت ثانیہ کا مظہر بنا دیتا ہے۔ جو اس دور کی ضروریات اور حالات کے پیش نظر خدا کی عمیق حکمتوں کے موافق مقام خلافت پر سرفراز ہوجایا کرتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں جس وجود کو ان حالات میں خدا نے خلیفہ بنانا ہوتا ہے اسے ابتدا سے اپنی آغوش میں لے کر اپنے زیر سایہ اسکی ایسی فطرت تشکیل دیتا ہے اور تربیت کرتا ہے کہ وہ وجود خلافت کے مقام پر فائز ہونے تک اس دور کے تقاضوں کے مطابق دنیا کی خدا کی طرف راہنمائی کے لئے تیار ہو چکا ہوتا ہے۔

خلافت رابعہ کا سارا دور ہی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے میدانوں میں ایک غیر معمولی سرعت کا دور تھا اور اس دور کی سب سے نمایاں خصوصیت ایم ٹی اے کا اجرا، سوال و جواب کی محفلیں اور تبلیغی نشستیں تھیں۔ اس دور میں بھی خدام الاحمدیہ کو ان تمام شعبوں میں نہ صرف خلافت کی ہر موقع پر راہنمائی میسر رہی بلکہ خلافت کی ہر آواز پر لبیک کہنے کی توفیق ملتی رہی۔ نیز حضرت خلیفہ رابعؒ نے بھی ابتدا ہی سے اپنے پیش رو خلفا کی طرح خدام الاحمدیہ پر اپنی خصوصی دست شفقت رکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا پہلا دورہ یورپ اور بیت بشارت اسپین کا افتتاح

مقامِ خلافت پر سرفراز ہوتے ہی پہلے دورہ یورپ کے لئے حضرت خلیفہ رابعؒ 28 جولائی 1982ء کو روانہ ہوئے اور ناروے، سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، فرانس، لکسمبرگ، ہالینڈ، سپین، برطانیہ اور سکاٹ لینڈ تشریف لے گئے۔ اس دوران آپؒ نے 10 ستمبر 1982ء کو 700 سو سال بعد بننے والی بیت بشارت پیدرو آباد سپین کا افتتاح فرمایا۔ اس پہلے اور تاریخی دورے پر حضور رحمہ اللہ نے خصوصی طور پر صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو اپنی معیت میں لے جانے کی سعادت بخشی۔ اس دورے میں حضورؒ نے اگست 1982ء میں ناروے میں خدام سے خصوصی خطاب فرمایا اور مغربی جرمنی میں بھی خدام کے ساتھ میٹنگ کی۔

خلافت رابعہ کے دور کا پہلا اجتماع خدام الاحمدیہ

منعقدہ 15 تا 17 اکتوبر 1982ء

خلافت رابعہ کے پہلے اجتماع خدام الاحمدیہ کے موقع پر خدام الاحمدیہ کو ایک بار پھر یہ سعادت حاصل ہوئی کہ خلیفہ وقت نے اس اجتماع میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ نیز افتتاحی اور اختتامی خطابات کے ساتھ ساتھ کبڈی میچ میں تشریف آوری کی سعادت بھی بخشی۔ نیز اسی اجتماع پر مجلس سوال و جواب کا انعقاد بھی ہوا۔ اس مجلس میں بھی حضورؒ نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔

اس اجتماع کے افتتاحی خطاب میں حضورؒ نے خدام کو مخاطب کر کے جن امور کی طرف توجہ دلائی ان کو دیکھنے سے آج کا انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ یہ ایسے امور تھے جو آئندہ آنے والے ابتلاؤں کے دور میں، جنکا اس وقت تصور محال تھا، خاص اہمیت کے حامل تھے۔ مثلاً حضور نے محبت کے مضمون سے خطاب شروع فرمایا اور اپنے دشمنوں سے بھی محبت کی اہمیت کا واضح فرمایا۔ پھر وطن سے محبت کی طرف بھی خاص توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا

’’کسی رنگ میں بھی احمدی نوجوان کو کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا جسکے نتیجے میں وطن کے سکون اور امن کی فضا کسی رنگ میں بھی خراب ہو۔ وہ تیر چلاتے ہیں تو آپ تیر چلنے دیں۔ کیونکہ وہ تیر آپ کی طرف نہیں بلکہ دین کی طرف چلائے جا رہے ہیں۔۔۔ ہمارا فیصلہ آسمان کے دربار میں ہے۔۔۔ یہ تعلیم ہے احمدیت کی۔ اس تعلیم پر ہم نے بہر حال قائم رہنا ہے۔ اس محبت کے اعلان میں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا اعلان ہے ہمیں اس بات کی کوئی بھی پرواہ نہیں کہ ہم پر دنیا کیا ظلم توڑتی ہے اور کیا کر گزرتی ہے۔۔۔ احمدیت مستقل قربانیوں کا ایک لائحہ عمل ہے اور باشعور قربانیوں کا لائحہ عمل ہے جو زندگیوں کے اندر انقلاب چاہتی ہیں۔‘‘

ہجرت یورپ اور خدام الاحمدیہ کا ایک نئے دور میں داخل ہونا

خلافت رابعہ کے ابتدا میں ہی پاکستان سے ہجرت اور یورپ میں خلافت کی ہجرت کا واقعہ پیش آ گیا۔ پاکستان کے بگڑتے حالات اور امتیازی قوانین کی وجہ سے پاکستان سے مہاجرت میں روز افزوں اضافہ اور یورپی ممالک میں احمدیوں کی نقل مکانی اس دور کی ایک بڑی پیش رفت رہی۔ پھر یہی وہ دور تھا جس میں جماعت نے پہلی صدی کا سفر پورا کر کے دوسری صدی میں داخل ہونا تھا۔ خلیفہ وقتؒ کی آئندہ آنے والی صدی میں جماعتی ترقیات اور فتوحات کے لئے جو ضروری تیاری تھی اس پر بھی عمیق نظر تھی۔ حضورؒ نے ایسے وقت میں خدام الاحمدیہ کو اس نئے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے خصوصی توجہ اور سعی فرمائی۔ اسی ضمن میں یوکے اور جرمنی کے خدام الاحمدیہ کے اجتماعات الا ماشاءاللہ باقاعدگی سے حضورؒ کی بابرکت شمولیت سے باثمر ہوتے رہے۔

آئندہ جماعت کو یورپ میں مستقل قیام اور استحکام اور وسعت پذیری کے لئے جس طرح کے چیلنجوں کا سامنا تھا اس حوالے سے خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفہ رابعؒ کو غیر معمولی جوش و ولولہ، حکمت اور تبلیغ کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ یہ جوش اور ولولہ آپ نے جہاں ساری جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش فرمائی وہیں یورپ میں خدام الاحمدیہ کو بھی اس ضمن میں وقتاً فوقتاً تحریک اور راہنمائی فرماتے رہے۔ اس ضمن میں مجلس خدام الاحمدیہ کے چوتھے سالانہ یورپین اجتماع سے حضورؒ نے مورخہ 14 جون 1987ء کو خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپ نے نہایت جامع اور پر مغز انداز میں خدام کو یورپ میں پیش آمدہ مسائل اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے لائحہ عمل پیش فرمایا۔ آپ کے خطاب کے چیدہ چیدہ نکات پیش ہیں۔

’’یہ دین ان لوگوں کے لئے بالکل نیا ہے۔ وہ دین جس سے یہ متعارف ہیں وہ دین کی صدیوں سے بگڑی ہوئی صورت ہے۔۔۔ ان نقوش کو پہلے ہمیں مٹانا ہو گا۔۔۔ عیسائیت نے بھی بہت لمبا عرصہ ان کے دل و دماغ پر حکومت کی ہے۔۔۔ آج کی نئی نسلوں پر وہ جادو ٹوٹ چکا ہے۔۔۔ یہ عزم لے کر اٹھی ہیں کہ ہم کسی نظریے کسی دعویٰ کو نظریات کی بنا پر قبول نہیں کریں گی۔ بلکہ ہمیں لازماً سچائی کو دیکھنا ہو گا۔۔۔ ان کے سامنے جب اپنا دین پیش کریں گے تو محض زبانی دعووں پر ہرگز اسے تسلیم نہیں کریں گے۔۔۔ ان کو عملاً ایک تسکین بخش نظریے کی نہیں بلکہ ایک تسکین بخش نمونے کی ضرورت ہے۔۔۔ پس آپ اپنے گرد و پیش کو اگر جیتنا چاہتے ہیں تو اپنے فیض کے ذریعہ ہی جیتیں، اپنی محبت کے ذریعہ جیتیں اپنے پیار کے ذریعہ جیتیں اور اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے جیتیں تا کہ آپ کی

طمانیت ان کے وجود میں اس طرح منتقل ہو جیسے Radiation ایک وجود سے دوسرے وجود میں منتقل ہوتی ہے۔۔۔ اس لئے لازماً دعوت الی اللہ کو بڑی سنجیدگی سے اختیار کریں۔ اور پاک اعمال اور دعاؤں کے ذریعہ انکے حالات بدلیں ورنہ آپ تبدیل کر دیے جائیں گے۔ خدا نہ کرے ایسا ہو۔۔۔''

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو ختم کر کے ہر ملک میں خدام الاحمدیہ کی الگ تنظیم کا قیام

سال 1989ء-1990ء تک خدام الاحمدیہ مرکزیہ پاکستان میں قائم تھی اور دیگر ممالک میں قائم مجالس اسی مرکزی مجلس کے ماتحت تھیں۔ لیکن اب احمدیت کے عالمی افق پر روز افزوں پھیلاؤ اور وسعت کے پیش نظر 1989-90ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مرکزی صدارت کو ختم کر کے ہر ملک میں ذیلی تنظیموں کے صدران کا نظام جاری فرمایا۔ اسکے بعد ہر ملک کی مجلس کا اپنا صدر بنا جو خلیفہ وقت کو براہ راست جوابدہ ہے۔ خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں اس اقدام کو ایک اہم سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

خدام الاحمدیہ کو قوم کی ریڑھ کی ہڈی قرار دینا

حضورؒ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے چھٹے سالانہ یورپین اجتماع سے اختتامی خطاب فرمودہ 17 ستمبر 1989ء میں خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''خدام الاحمدیہ قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور تمام دنیا میں جو ہم نے انقلاب برپا کرنا ہے اگرچہ اس میں انصار اللہ کو بھی غیر معمولی دخل ہے انکی عقل کی خدام کو ضرورت ہے۔ ان کے تجربے کی خدام کو ضرورت ہے۔ جو نیکیاں انہوں نے لمبی محنتوں سے کمائی ہیں ان نیکیوں کے نتیجے میں جو خدا کے فضل ان پر نازل ہوتے، انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں انکی بھی آپ کو ضرورت ہے۔ اسی لئے انصار اللہ سے تو آپ الگ نہیں ہو سکتے۔ لیکن جو بنیادی مضبوطی کے کام ہیں وہ خدام الاحمدیہ کو ہی کرنے ہیں۔ جو عظیم قربانیاں پیش کرنی ہیں وہ خدام الاحمدیہ کو ہی پیش کرنی ہیں۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنی اس حیثیت کو سمجھنا چاہئے اور بڑے وسیع پیمانے پر اگلی صدی کے اس کنارے پر جہاں آج آپ کھڑے ہیں اتنی محنت کے ساتھ اپنے وجود میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں کہ پھر ماحول کے رنگ میں بدل سکیں اور اسکے بعد پھر ایسی پاک نسلیں آپ پیچھے چھوڑ سکیں کہ جن کی نیکیوں کا پھل پھر آئندہ نسلاً بعد نسلاً بنی نوع انسان کھاتے چلے جائیں۔۔''

دور خلافت خامسہ

جیسا کہ خلافت رابعہ کا دور یورپ میں جماعت کے نفوذ اور ترقی و استحکام کے ساتھ ساتھ نشر و اشاعت کے میدان میں فتوحات کا دور رہا تو خلافت خامسہ کے دور کو بھی نہ صرف نشر و اشاعت کی جدید ترین صورت سوشل میڈیا کے انقلاب کا دور کہا جا سکتا ہے۔ دنیا اس دور میں ہر انسان کے ہاتھ میں سمٹ آئی ہے۔ اس دور میں نہ صرف یہ کہ تربیت، تبلیغ اور دیگر انتظامی امور جیسے چیلنج ایک نئے رنگ میں ابھر کر سامنے آئے بلکہ ان جدید ذرائع اور وسائل کو بروئے کار لا کر انکے مثبت استعمال کی طرف راہنمائی بھی موجودہ دور خامسہ کا ایک خاصہ نظر آتی ہے۔

سوشل میڈیا کے بد اثرات سے بچاؤ کے حوالے سے نصائح

جدید دور میں سوشل میڈیا اور اسکے منفی اثرات کے علاوہ نوجوان نسل میں پھیلنے والی دیگر برائیوں کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے خدام سے خطاب میں نہایت مدلّل انداز میں پُرحکمت نصائح کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

''اس کے علاوہ کئی اَور برائیاں اور گناہ ہیں جو آج کے معاشرے میں بد اخلاقیاں پھیلانے کا باعث ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ مثلاً انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا غلط استعمال عام ہوتا جا رہا ہے جس میں لڑکے اور لڑکیوں کی آن لائن آپس میں نامناسب chatting شامل ہے۔ اسی طرح انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بیہودہ اور بد اخلاقیوں سے پُر فلمیں دیکھی جاتی ہیں جس میں pornography بھی شامل ہے۔ سگریٹ پینا اور شیشہ کا استعمال بھی پھیلنے والی برائیوں میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کو یاد رکھیں کہ بعض اوقات جائز چیزوں کا غلط استعمال بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص آدھی رات تک ٹی وی دیکھتا رہے یا انٹرنیٹ استعمال کرتے ہوئے جاگتا رہے اور اس کی فجر کی نماز ضائع ہو جائے۔ اگرچہ وہ اچھے پروگرام ہی کیوں نہ دیکھ رہا ہو۔ اس کے باوجود اس کا نتیجہ نکلا کہ وہ نیکی اور تقویٰ سے دُور ہو رہا ہے۔ پس اس پہلو سے ایک جائز چیز بھی برائی میں شمار ہوگی جو ایک حقیقی مسلمان کے معیار سے مطابقت نہیں رکھتی۔

پس بنیادی طور پر اگر کسی بھی کام یا چیز کے زہریلے یا نقصان دہ اثرات کسی کے ذہن پر پڑتے ہوں تو قرآن مجید کے مطابق وہ چیز یا کام لغو شمار ہوگا۔''

حضور انور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ المومنون کی آیت 6 کے حوالہ سے مزید فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مومن کی ایک اور خوبی کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ (المومنون:6) اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اپنی عفّت وحیا کو قائم رکھنا صرف ایک عورت ہی کا کام نہیں ہے بلکہ مردوں پر بھی فرض ہے۔ اپنی عفّت کی حفاظت کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ ایک شخص شادی شدہ زندگی سے باہر ناجائز جنسی تعلقات سے بچتا رہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ہمیں اس کا یہ مطلب سکھایا ہے کہ ایک مومن ہمیشہ اپنی آنکھیں اور اپنے کان ہر اُس چیز سے پاک رکھے جو نامناسب ہے اور اخلاق طور پر بری ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے ایک چیز جو انتہائی بیہودہ ہے وہ پورنوگرافی pornography ہے۔ اسے دیکھنا اپنی آنکھوں اور کانوں کی عفّت اور پاکیزگی کو کھو دینے کے مترادف ہے۔ یہ بات بھی پاکبازی اور حیا سے متعلق اسلامی تعلیمات کے منافی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ طور پر آپس میں میل جول ہو اور ان میں باہم تعلقات اور نامناسب دوستیاں ہوں''

(خطاب از خدام بر موقع سالانہ اجتماع یوکے 26 ستمبر 2016ء کنگز لے، سرے)

(مطبوعہ ہفت روزہ بدر قادیان 7 ستمبر 2017ء)

آن لائن ملاقاتیں

گزشتہ دو سال سے وبا کے دنوں میں جو ایک نئی جہت خلافت اور جماعت کے مابین تعلق میں ابھری وہ خلیفہ وقت کا مختلف جماعتوں اور تنظیموں سے آن لائن رابطہ اور ملاقاتیں ہیں۔ یہ بلا شبہ ایک ایسا انقلاب ہے جس کا آج سے پہلے مذہبی دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ سے جہاں دنیا بھر کی جماعتوں اور ذیلی تنظیمیں آن لائن ملاقاتیں اور میٹنگز سے مستفید ہو رہی ہیں وہیں خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی تنظیموں کو بھی شرف حاصل ہو رہا ہے کہ اب نہ صرف حضور ایدہ اللہ انکے کام کا براہ راست جائزہ لے رہے ہیں بلکہ انکو براہ راست ہدایات اور لائحہ عمل سے بھی نواز رہے ہیں۔ اور اس طرح یہ ہدایات جب کسی ایک ملک کی عاملہ کو ملتی ہیں تو ایم ٹی اے کی بدولت ساری دنیا کی مجالس کو بھی یہ قیمتی نصائح اور ہدایات مہیا ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضور ایدہ اللہ کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی راہنمائی میں دنیا بھر کی مجالس خدام الاحمدیہ کو شبانہ روز مقبول خدمت دین کی توفیق عطا ہوتی رہے۔

حرف آخر

تمام خلفائے مسیح موعودؑ نے وقتاً فوقتاً تعلیم و تربیت کے میدان میں جس طرح خدام کی راہنمائی فرمائی ہے اور ان خلفاء کرام کی غیر معمولی توجہ اور شفقتیں اس تنظیم پر رہی ہیں انکا کماحقہ احاطہ کرنا اس مضمون میں ممکن ہی نہیں تھا۔ لہٰذا چند ایسے امور جو خدام الاحمدیہ تنظیم کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔

دعا کا تحفہ

اپنی، اپنے والدین اور مومنوں کی بخشش کی دعا

حضرت نوحؑ نے منکرین و مکذّبین کے خلاف الٰہی فیصلہ طلب کر کے پھر مومنوں کے حق میں یہ دعا کی:

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۹﴾

(نوح:29)

اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ہر اُس شخص کو جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوتا ہے اس کو بخش دے اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کو بھی اور یوں ہو کہ ظالم صرف تباہی میں ہی ترقی کریں۔ ان کو کامیابی نصیب نہ ہو۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 27)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

مجیب اللہ مانگٹ۔ جرمنی

صحابہ رسولؐ کی فدائیت کے واقعات

حضرت رسول اکرمؐ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فرمایا کہ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ (الاحکام لابن حزم:6/244) یعنی میرے صحابہ رضوان اللہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس بھی جلیل القدر صحابی کے نمونہ پر چلو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔ رسول کریمؐ کی بعثت کے وقت تمام عرب علمی، اخلاقی، معاشرتی اور دینی غرض ہر پہلو سے پستی و ذلت کا شکار تھا۔ مگر کیا وجہ تھی کہ عرب کی بادیہ نشین وحشی قوم میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ وہ نہ صرف انسان بلکہ بااخلاق انسان اور باخدا انسان بن گئے۔

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

آپؐ نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا مگر آپؐ کی پاکیزہ صحبت نے سونے کی قیمتی ڈلی کی طرح روشن اور چمکدار بنا دیا۔ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں کو تخت شاہی پہ بٹھایا تو غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ ایک ان پڑھ اور امی قوم کو دنیا کا استاد، معلم اور خدانما وجود بنا دیا۔ اسی بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا کہ:

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

(درثمین صفحہ 165)

عرب کے وہ بادیہ نشین صحبت رسولؐ سے عشق الٰہی میں مخمور ایسے باکمال انسان بن گئے کہ بلاچون و چراں اپنی ہر شے کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت اور خوشنودی کے لئے قربان کر دیا۔

صحابہ کی قربانیوں کی بلند شان اور اسکی حکمت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انصافاً دیکھا جاوے کہ ہمارے ہادی اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لیے کیا کیا جانثاریاں کیں۔ جلا وطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کیے۔ جانیں دیں۔ لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جانثار بنادیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی۔ اس لیے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے آپؐ کی تعلیم، تزکیۂ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرا دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لیے خون بہادینا، اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔ یہ مقام آنحضرتؐ کے صحابہؓ کا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 42-43 سن اشاعت 1984ء مطبوعہ لندن)

صحابہ رسولؐ نے تو مکمل ایمان و یقین کے ساتھ اپنی جان، مال، وقت، عزت، وطن، غرض ہر شے ہر رنگ میں خدا اور خدا کے رسولؐ پر فدا کر دی جس کے ہزاروں واقعات ہیں۔ مگر آج کے مضمون میں خاکسار صحابہؓ کی انہی قربانیوں اور فدائیت کے کچھ واقعات بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔

آنحضورؐ نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ مانگا کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر؟ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم ہر قسم کی قربانی کے لیے حاضر ہیں اور حسب ضرورت ہم باہر نکل کر بھی دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہی مشورہ دیا۔ لیکن حضورؐ پھر بھی مشورہ طلب کرتے رہے۔ آپؐ کا روئے سخن انصار مدینہ کی طرف تھا کہ ان میں سے کوئی مشورہ دے۔ دریں اثناء حضرت مقداد بن اسود کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایسی پر جوش تقریر کی کہ جس کا اثر انصار و مہاجرین سب پر ہوا۔ اور سب ان جذبات سے سرشار ہو گئے جو حضرت مقداد کے تھے۔ انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں کہ یہ کہیں کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم ہم تو وہ وفاشعار غلام ہیں جو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ یارسول اللہؐ اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔'' صحابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقداد نے جب یہ پر جوش بھرے الفاظ کہے تو ہم نے دیکھا کہ آنحضورؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ بے شک اس وقت ایثار و فدائیت کے جذبے اگرچہ تمام صحابہ کے دل میں موجیں مار رہے تھے مگر ان کو زبان حضرت مقداد نے دی۔ اس لیے آنحضورؐ کے چہرہ پر رونق آنا ایک طبعی بات ہے کہ آنحضور کو خوش کرنے والے حضرت مقداد تھے۔ اسی لیے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے بزرگ صحابی بعد میں بھی بجا طور پر کہتے تھے کہ ''آج بھی میری یہ دلی تمنا ہے کہ وہ نظارہ جو میں نے مقداد سے دیکھا اے کاش میری تمام نیکیاں مقداد کی ہوتیں اور یہ نظارہ مجھ سے ظاہر ہوا ہوتا۔''

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر)

جنگ احد کے بعد بعض لوگوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قبائل میں تعلیم دین کے لیے قاری بھیجنے کی درخواست کی پھر ان کو ساتھ لے جا کر بئر معونہ کے مقام پر شہید کر دیا۔ ان ستر قاریوں میں سے صرف دو زندہ بچے تھے جنہیں کفار نے اسیر کر لیا تھا۔ اور ان میں سے ایک حضرت زیدؓ تھے جنہیں صفوان بن امیہ کے پاس فروخت کر دیا گیا۔ صفوان نے انہیں اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر اس لیے خریدا تھا کہ شہید کر کے اپنے جذبہ انتقام کو فرو کرے۔ انہیں مقتل میں لے جایا گیا۔ اور عین اس وقت جبکہ وہ موت سے ہم آغوش ہونے کے لیے تیار کھڑے تھے ایک شخص نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اس وقت تمہاری جگہ محمدؐ ہمارے قبضہ میں ہوں اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیوی بچوں میں بیٹھے ہو تو تمہیں یہ بات پسند ہے یا نہیں۔ حضرت زید نے نہایت لاپروائی کے ساتھ جواب دیا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ آنحضرتؐ کا نعوذ باللہ ظالموں کے پنجہ میں اسیر ہو کر مقتل میں کھڑا ہونا تو درکنار خدا کی قسم! میں تو یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ محمدؐ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔

(سیر انصار جلد 1 صفحہ 363)

حضرت زید بن حارثؓ گو ایک اچھے خاندان کے نونہال تھے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے بچپن ہی میں ان کی متاع آزادی کو چھین لیا۔ اور عکاظ کے بازار میں بطور غلام فروخت ہو کر آنحضرتؐ کے حضور پہنچے۔ ان کے والد صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ مکہ پہنچے اور آنحضرتؐ سے بصد منت و الحاح عرض کیا کہ میرے لڑکے کو آزاد کر دیں۔ اور جو فدیہ چاہیں لے لیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فدیہ کی ضرورت نہیں زید کو بلا کر پوچھ لیا جائے اگر وہ جانا چاہیں تو مجھ کو کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ حضرت زید کو بلایا گیا۔ اور آنحضرتؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ میرے والد ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر ان کے ساتھ جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ بچپن میں ہی والدین، عزیز و اقارب اور وطن عزیز سے چھوٹ جانے والے کو اتنے لمبے عرصہ کی مایوسی کے بعد جب پھر ان سے ملنے کا موقعہ ملے اور پھر اپنے محبوب وطن میں جا کر ماں باپ، بہن بھائیوں دوسرے رشتہ داروں، دوست، احباب اور بچپن کے ہم جولیوں سے آزادانہ طور پر ملنے جلنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ اس کے رستہ میں حائل ہو تو اس کے جذبات ایسے وقت میں کیا ہو سکتے ہیں۔ سامنے سگا باپ اور چچا کھڑے تھے مگر حضرت زید نے جواب دیا کہ میں حضورؐ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ ہی میرے باپ اور ماں ہیں۔ آپؐ کے در کو چھوڑ کر میں کہیں جانا پسند نہیں کرتا۔ اس جواب کو سن کر ان کے والد اور چچا محو حیرت ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ زید کیا تم ہم پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو۔ حضرت زید نے کہا کہ ہاں مجھے اس ذات پاک میں ایسی خوبیاں نظر آتی ہیں کہ اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

(ابن سعد جلد 1 صفحہ 28)

آنحضرتؐ جب ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے اور غار ثور میں پناہ گزین ہوئے تو اس غار کے تمام سوراخ اگرچہ نہایت احتیاط کے ساتھ بند کر دیے گئے تاہم ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ کے زانو پر سرمبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ اتفاقاً اس سوراخ میں سے ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے محبوب آقا کے آرام میں کوئی معمولی خلل بھی گوارا نہ کرتے ہوئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر فدائیت کے پُر جذبات سے اس سوراخ پر پاؤں رکھ دیا جس پر سانپ نے کاٹ لیا۔ زہر اثر کرنے لگا مگر آپ نے پھر بھی حضورؐ کے آرام کا اس قدر خیال رکھا کہ اُف تک نہ کی۔ اور معمولی سی معمولی حرکت بھی آپ سے سرزد نہ ہوئی۔ لیکن درد کی شدت بے قرار کر رہی تھی۔ اس لیے آنکھوں سے آنسو گر گئے۔ جن کا ایک قطرہ آنحضرتؐ کے رخسار مبارک پر گرا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی اور دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے لعاب دہن اس مقام پر لگایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے زہر دور ہوگیا۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 335)

شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہؓ کے گھر میں ہم جلیسوں کی ایک محفل جمی ہوئی تھی۔مہمانوں کی تواضع کے لیے حسب دستور شراب بھی پیش کی جا رہی تھی کہ اسی اثناء میں مدینہ کی گلیوں میں ایک منادی نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! سنو شراب حرام کر دی گئی ہے۔اس اعلان کا سننا تھا کہ ابوطلحہؓ نے اس نوجوان کو جو شراب کے جام تقسیم کر رہا تھا حکم دیا کہ شراب کے سارے مٹکے فوراً توڑ دو اور ساری شراب بہادو۔کسی نے کہا کہ پہلے اس اعلان کی تصدیق تو کرلو مگر آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے کانوں میں رسول اللہؐ کا پیغام پڑ گیا تو پھر پہلے اس کی تعمیل لازم ہے تصدیق بعد میں ہو گی۔اور یوں راوی کہتے ہیں کہ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی پھرتی تھی۔یعنی تمام گھر والوں نے فوراً حضورؐ کے حکم کی اطاعت میں شراب نالیوں میں بہادی۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدہ)

حضرت سعد بن ربیعؓ جنگ احد میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔جنگ کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت ابی بن کعب کو ان کے متعلق دریافت حال کے لیے بھیجا۔وہ تلاش کرتے ہوئے بڑی مشکل سے آپ تک پہنچے۔حضرت سعد اس وقت حالت نزع میں تھے۔حضرت ابی نے ان سے دریافت کیا کہ کوئی پیغام ہو تو دے دو۔اب ہر شخص اپنے دل میں غور کرے کہ ایسی حالت اگر اسے پیش آئے تو وہ کیا پیغام دے گا۔یقیناً اس کے سامنے اس وقت اس کے بیوی بچے عزیز و اقارب مال اور جائیداد اور لین دین کے معاملات ایک ایک کر کے آتے جائیں گے۔لیکن اس سعید نوجوان کے سامنے اپنی بیوی کی بیوگی آئی، اور نہ اس کے سامنے بچوں کی یتیمی، نہ ان کے تعلق میں کوئی جملہ زبان سے نکالا۔بلکہ اس نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے بھائی مسلمانوں کو میرا پیغام پہنچا دینا اور میری قوم سے کہنا کہ اگر تمہاری زندگی میں رسول خداؐ کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو یاد رکھنا کہ خدا تعالیٰ کے حضور تمہارا کوئی جواب مسموع نہ ہو گا۔یہ الفاظ کہے اور جان دے دی۔

(موطا کتاب الجہاد باب ترغیب فی الجہاد)

جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرتؐ ایک تیر کے ساتھ اسلامی لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے۔ایک صحابی سواد نامی صف سے کچھ آگے بڑھے ہوئے تھے۔آپ نے تیر کے اشارہ سے انہیں پیچھے ہٹنے کو کہا تو اتفاق سے تیر کی لکڑی آہستہ سے ان کے سینہ میں لگی۔انہوں نے جرأت کر کے عرض کیا۔کہ یا رسول اللہ آپ کو خدا نے حق و انصاف کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔مگر آپ نے مجھے ناحق تیر مارا۔میں تو اس کا بدلہ لوں گا۔صحابہ کرام ان کی اس بات پر دل ہی دل میں بہت پیچ و تاب کھا رہے تھے اور چاہتے تھے کہ ایسے گستاخانہ کلمات ادا کرنے والی زبان کاٹ ڈالیں۔آنحضرتؐ جو سراپا انصاف اور مساوات تھے کب اس بات کو گوارا کر سکتے تھے کہ کسی شخص کے دل میں خیال رہے کہ آپ نے اس سے زیادتی کی ہے۔چنانچہ آپ نے فوراً فرمایا کہ بہت اچھا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرا سینہ ننگا تھا۔جس وقت آپ کا تیر مجھے لگا۔یہ سن کر آنحضرتؐ نے بھی اپنے سینہ مبارک سے کپڑا اٹھا دیا۔اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ دنیائے عشق و محبت میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔حضرت سواد آگے بڑھے اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے پیارے محبوب کے سینہ مبارک کو چوم لیا۔یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔سواد یہ تمہیں کیا سوجھی۔حضرت سواد نے رقت بھری آواز میں عرض کیا۔یا رسول اللہ! زبردست دشمن کے ساتھ مقابلہ ہے جنگ کا میدان ہے اور خدا جانے کون زندہ رہتا ہے اور کسے شہادت کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔میرے دل میں یہ خیالات موجزن تھے کہ معلوم نہیں پھر اس مقدس و اطہر جسم کو دیکھنے، چھونے کی سعادت کبھی حاصل ہو سکے گی یا نہیں اس لیے میں نے چاہا کہ مرنے سے قبل ایک مرتبہ آپ کے جسم مبارک کو تو چھو لوں اور اس کے لیے میرے دل نے یہی صورت تجویز کی۔

(سیرۃ ابن ہشام ذکر غزوہ بدر)

جنگ احد کے موقع پر جب گھمسان کا رن پڑا اور کفار کے شدید حملہ کی تاب نہ لا کر صحابہ کی سواریاں بدک گئیں۔تب حضورؐ نے اپنی تلوار فضا میں لہراتے ہوئے پوچھا کہ کوئی ہے جو آج میری اس تلوار کا حق ادا کرے؟ حضرت ابو دجانہ وہ دبنگ انسان تھے جو نہایت عارفانہ شان کے ساتھ آگے بڑھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں یہ عہد کرتا ہوں کہ اس تلوار کا حق ادا کر کے دکھاؤں گا۔آپؐ نے یہ عزم و حوصلہ دیکھ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی۔پھر ابو دجانہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تلوار کسی مسلمان کا خون نہیں بہائے گی اور کوئی کافر دشمن اس سے بچ کے نہ جائے۔ابو دجانہ نے وہ تلوار لے کر اپنے سر پر سرخ رنگ کا کپڑا باندھا اور یہ اشعار پڑھے۔''آج میرے پیارے دوست اور میرے آقا حضرت محمدؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا۔ہاں۔کھجوروں کے دامن میں۔پہاڑوں کی اس گھاٹی میں یہ عہد آپ نے مجھ سے لیا کہ میں آپ کی اس تلوار کا حق ادا کر کے دکھاؤں''۔پھر یہ تلوار لے کر اکڑتے ہوئے میدان جہاد کی طرف چلے گئے۔آنحضرتؐ نے جب ابو دجانہؓ کی یہ چال دیکھی تو فرمایا کہ ''عام حالات میں بڑائی کا ایسا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں لیکن آج میدان جنگ میں دشمن کے مقابل پر ابو دجانہ کے اکڑ کر چلنے کی یہ ادا خدا تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔(اسد الغابہ۔جلد 2 صفحہ 352) غرض اُحد میں حضرت ابو دجانہ کے ہاتھ میں رسول اللہؐ کی عطا فرمودہ اس تلوار نے ایسے خوب جوہر دکھائے۔ولیم میور جیسے مستشرق کو بھی لکھنا پڑا کہ ''جب اپنی خود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ابو دجانہؓ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمدؐ نے دی تھی، چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا۔''

(لائف آف محمدؐ صفحہ 251 بحوالہ سیرت خاتم النبیین)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمانؓ کو مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا گیا مگر آپ کو واپسی پر دیر ہو گئی اور یہ خبر پھیل گئی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے تو اس موقع پر فدائیت کا ایک عظیم الشان نمونہ یوں ظاہر ہوا کہ رسول اکرمؐ نے موجود چودہ سو صحابہ سے موت پر بیعت لی کہ اب ہم جان دے دیں گے مگر عثمانؓ کے خون کا بدلہ لیے بغیر نہیں ٹلیں گے۔(صحیح البخاری۔کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ) یہ تاریخ ساز واقعہ بیعت رضوان کے نام سے موسوم ہے کیونکہ اس بیعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی اور رضامندی کا اظہار قرآن شریف میں ہوا۔(الفتح:20)

مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کا ایک بڑا مسئلہ پانی کی فراہمی تھا۔مدینہ میں ایک ہی بڑا کنواں تھا جس کا مالک یہودی تھا اور وہ اس کا پانی بیچا کرتا تھا جبکہ مسلمان انتہائی مفلسی کی حالت میں تھے۔حضورؐ نے مسلمانوں کی تکالیف دیکھ کر تحریک فرمائی کہ جو بئر رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے مفت پانی کا انتظام کر دے میں ایسے شخص کے لیے جنت میں کنوئیں کی ضمانت دیتا ہوں۔اس وقت حضرت عثمانؓ آگے بڑھے۔یہودی جانتا تھا کہ مسلمان انتہائی مجبور ہیں اور اس لیے مجھے منہ مانگے دام ملیں گے۔تو وہ دام بڑھانے کی خاطر بیچنے سے انکار کرتا رہا۔بالآخر جب راضی ہوا تو اس نے کہا کہ میں آدھا کنواں بیچوں گا۔یعنی ایک دن میں خود پانی بیچوں گا اور ایک دن مسلمان مفت اس سے پانی حاصل کر سکتے ہیں۔تب حضرت عثمانؓ نے اسی معاہدہ پر اس کی منہ مانگی قیمت یعنی بارہ ہزار درہم پر وہ کنواں خرید کر وقف کر دیا جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایک بہت ہی بڑی قیمت تھی۔آپ کا مقصد صرف خدا اور خدا کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی۔پھر خوشی خوشی جا کر وہ تحفہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔اس پر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمان کو جنت کی خوشخبری عطا فرمائی۔بعد میں اس یہودی کو مزید آٹھ ہزار درہم دے کر وہ مکمل خرید لیا اور تمام انسانوں کے مفت پانی کے لیے وقف کر دیا۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ)

پھر مسجد نبوی میں توسیع کا معاملہ پیدا ہوا کہ ارد گرد کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لیے جائیں۔تب حضرت عثمانؓ آگے بڑھے اور پندرہ ہزار درہم کی خطیر رقم حضورؐ کی خدمت میں پیش کی جس کے نتیجہ میں مسجد نبوی کی توسیع عمل میں آئی۔(سنن نسائی کتاب الاحباس باب وقف المساجد) فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کی توسیع کا معاملہ درپیش ہوا کہ ارد گرد کے گھروں کو خرید کر مسجد الحرام میں شامل کر لیا جائے تو اس وقت بھی حضرت عثمانؓ آگے بڑھے اور دس ہزار دینار کی عظیم قربانی پیش کی۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 86)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسلمان راشن ختم ہونے کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آج غروب آفتاب سے قبل تمہارے لیے رزق کے سامان پیدا فرما دے گا۔حضرت عثمان کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول سچ فرماتے ہیں۔یہ فرما کر انہوں نے غلہ سے لدے ہوئے نو اونٹ رسول اللہؐ کی خدمت میں بھجوائے۔تب رسول اللہؐ نے ہاتھ اٹھائے اور حضرت عثمانؓ کے لیے ایسی دعائیں کیں کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کسی کے حق میں ایسی دعائیں کرتے میں نے آپؐ کو نہیں سنا۔آپؐ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ عثمان کو بہت دے۔اے اللہ عثمان پر بہت فضل فرما۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 85)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے مال و جان سے دین اسلام اور رسول خداؐ کی اس طرح خدمت کی کہ ان پر عرش کے خدا نے بھی گواہی دی۔چنانچہ جب سورہ الاحزاب کی آیت 24 نازل ہوئی۔ترجمہ ''مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے۔'' تو رسول خداؐ نے حضرت طلحہؓ سے فرمایا کہ اے طلحہ! تم بھی ان خوش نصیب مردان وفا میں شامل ہو جو اپنی قربانی پوری کرنے کی انتظار میں ہیں۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 61 بحوالہ سیرت صحابہ رسول اللہؐ)

حضرت انسؓ کو بھی آنحضرتؐ سے غایت درجہ کا عشق تھا۔مدینہ ہجرت کے بعد چھوٹی عمر میں ہی رسول اللہؐ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے

اور پھر آخری سانس تک اسے خوب خوب نبھایا۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کے پاس رسول اللہؐ کا ایک موئے مبارک تھا۔ فرمایا کہ یہ دفن کے وقت میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ اور رسول اللہؐ کی ایک چھڑی بھی آپ کے پاس تھی تو وہ بھی آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔ سبحان اللہ زندگی میں بھی اپنے آقا کے ہر حکم کے غلام اور ہر شے کے محافظ تھے مگر اپنے محبوب کی جو شے میسر تھی اس سے بوقت وفات بھی جدائی گوارا نہ کی۔

(سیرت صحابہ رسول اللہؐ صفحہ 505)

آپ رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو ایک ایک خدوخال پر روشنی ڈالتے۔ آپ کا بیان کانوں میں امرت گھول دیتا ایک دفعہ اپنے محبوب رسول اللہؐ کا ذکر کرتے ہوئے بےاختیار کہہ اٹھے کہ ”قیامت کے روز جب رسول اللہؐ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ غلام حاضر ہے“ جب مجلس میں ذکر رسولؐ کرتے آقا کے لیے بےچین ہوجاتے تو گھر جاکر تبرکات نبوی نکالتے اور یوں دل بہلاتے۔

(ترمذی کتاب المناقب باب انس بن مالک)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب قاتلانہ حملہ میں زخمی ہوئے تو بوقت وفات آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جاکر میرا اسلام عرض کرو اور ان سے کہنا کہ عمر بن الخطاب اپنے دونوں ساتھیوں یعنی رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ کے ساتھ حجرہ عائشہ میں دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر فرمایا کہ میں نے یہ جگہ اپنی قبر کے لیے رکھی ہوئی تھی مگر آج میں حضرت عمر کی خاطر انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے قربانی کرتی ہوں۔ حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ الحمد للہ! میری ذات کے لیے اس سے اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ یوں آپ کی تدفین اپنے آقا و مولیٰ اور ساتھی ابوبکرؓ کے ساتھ ہوئی اور آپ نے زندگی تو کجا وفات کے بعد بھی اس امر کو پسند نہ کیا کہ رسول اکرمؐ سے ایک لمحہ بھر بھی جدا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ)

ایک مرتبہ حضورؐ مدینہ میں مسلمانوں، مشرکین اور یہودیوں کی مشترکہ محفل کے پاس سے گزرے۔ جس سواری پر آپ سوار تھے اس سے کچھ گرد سی اڑی جس پر عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے بڑی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہم پر گرد مت اڑاؤ۔ اس پر رسول اکرمؐ وہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر کچھ دیر رک گئے اور قرآن شریف سنا کر اپنا پیغام پہنچانے لگے۔ تو اس پر وہ دوبارہ بولا کہ اے شخص جو کچھ تو کہتا ہے اگر اس سے اچھا اور کچھ بھی نہیں تو بھی تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو لیکن اس طرح ہماری مجالس میں آکر ہمیں ایذا نہ دیا کرو اور ان کا ماحول خراب نہ کیا کرو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جیسے ایمانی غیرت رکھنے والے فدائی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے فوراً تمام مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ ہماری مجالس میں ضرور تشریف لایا کیجیے۔ ہم پسند کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی باتیں سنائیں اور ہمیں یہ انتہائی محبوب ہے کہ حضور ہم سے مخاطب ہوں۔ یوں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنی غیرت ایمانی، فدائیت اور محبت رسول کا اظہار نہایت بےباکی اور دلیری سے کر دکھایا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فی دعاء النبی)

آنحضرتؐ کے ساتھ عبداللہ بن رواحہؓ کی فدائیت اور اطاعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس دوران آپؐ نے فرمایا لوگو بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مسجد سے باہر خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو رہے تھے۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور گھسٹ گھسٹ کر مسجد کی طرف بڑھنے لگے۔ کسی نے انہیں دیکھ کر کہا کہ حضورؐ کے مخاطب تو مسجد میں موجود لوگ تھے۔ مگر حضرت عبداللہ نے کہا کہ میرے کانوں میں تو رسول اکرمؐ کا یہ حکم پڑا کہ بیٹھ جاؤ اور اس پر اطاعت لازم تھی۔ اگر اسی وقت میری جان نکل جاتی تو میں خدا کو کیا جواب دیتا کہ میں نے رسول اکرمؐ کا فرمان اپنے کانوں سے سنا مگر اس کی اطاعت نہ کرسکا۔ اس بےنظیر فدائیت پر رسول اکرمؐ نے بھی خوش ہوکر انہیں دعا دی اور فرمایا ”اے عبداللہ بن رواحہ! اللہ اور رسول کی اطاعت کا تمہارا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ اور بڑھائے“

(الاصابہ جزو 4 صفحہ 66)

حضرت طلحہ بن براء انصاریؓ ایک نوعمر لڑکے تھے۔ مدینہ میں جب حضورؐ تشریف لائے تو حضورؐ کو پہلی مرتبہ دیکھتے اور ملتے ہی حضورؐ کی گہری محبت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ میری بیعت قبول فرمائیں اور جو چاہیں حکم دیں میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ آپؐ نے ازراہ امتحان فرمایا کہ خواہ میں والدین سے قطع تعلق کا حکم دوں تو بھی مانو گے؟ یہ سوچ میں پڑ گئے۔ حضرت طلحہ نے جب تیسری مرتبہ پھر بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ نے ازراہ امتحان فرمایا کہ اچھا جاؤ پھر اپنے باپ کو قتل کر کے آؤ۔ اب طلحہ اٹھے اور تلوار نکال کر تعمیل ارشاد میں چل پڑے۔ رسول اکرمؐ نے فوراً واپس بلوایا اور فرمایا مجھے قطع رحمی کرنے اور رشتوں کے کاٹنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ میں نے چاہا تھا کہ تمہاری آزمائش کروں کہ بیعت میں شک وشبہ کی کوئی کسر باقی تو نہیں۔ یوں صحابہ فدائیت کے اظہار میں کہے جانے والے جملہ ”فداک ابی و امی“ یعنی میرا باپ اور ماں دونوں آپ پر قربان ہوں کے عملی اظہار کے لیے بھی ہر دم تیار ہوا کرتے تھے۔

(الاصابہ جزو1 صفحہ 149)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ وہ انتہائی خوش بخت انصاری صحابی تھے جنہیں مدینہ میں سب سے پہلے رسول اللہؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابو ایوبؓ مکان کے اوپر کے حصہ میں رہائش پذیر تھے جبکہ نچلی منزل رسول اکرمؐ کو پیش کر دی۔ بعض اوقات آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ ساری رات اس خیال سے جاگتے رہتے کہ ہمارے نیچے رسول اکرمؐ تشریف فرما ہیں تو کہیں کوئی بےادبی سرزد نہ ہوجائے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے رات کے وقت پانی کا برتن ٹوٹ گیا جس سے پانی بہہ نکلا۔ حضرت ابو ایوبؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں چھت سے پانی نیچے نہ ٹپک پڑے اور رسول خداؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ سخت سردی کا عالم تھا مگر انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے فوراً اپنا اوڑھنے والا لحاف پانی پر ڈال کر اسے خشک کر کے دم لیا اور خود دونوں میاں بیوی ساری رات سردی کے عالم میں اسی ٹھنڈے گیلے لحاف کو اوڑھے رہے۔ علی الصبح آپ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ کہہ سنایا۔ اور درخواست کی کہ آپ اوپر کی منزل میں تشریف فرما ہو جائیں ہم نیچے مقیم ہوں گے۔ رسول اکرمؐ نے اسے قبول فرمایا اور بالا خانہ میں رہنے لگے۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 10)

حضرت ابو ایوبؓ کی رسول اکرمؐ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ تقریباً سات ماہ کا عرصہ حضور ان کے ہاں قیام پذیر رہے تو انہوں نے مہمان نوازی کا حق خوب ادا کیا۔ سارا عرصہ حضورؐ کے لیے باقاعدگی سے کھانا تیار کر کے بھجواتے رہے۔ جب کھانے کے برتن واپس آتے تو اس پر رسول خداؐ کی انگلیوں کے نشانات دیکھتے اور وہیں سے کھانا تناول کرتے۔ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے کھانا تناول نہ فرمایا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ناپسندیدگی کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کھانے میں لہسن تھا اور میں اسے پسند نہیں کرتا۔ ابو ایوبؓ نے فوراً عرض کی کہ حضور جسے آپ ناپسند فرماتے ہیں آئندہ سے میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 81)

فتح خیبر کے بعد یہودی سردار حی بن اخطب کی بیٹی حضرت صفیہؓ حضورؐ کے عقد میں آئیں تو رخصتانہ کی رات صبح جب حضورؐ فجر پڑھانے کے لیے اپنے خیمہ سے باہر آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو ایوب ننگی تلوار سونت کر مستعد پہرے پر کھڑے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ اے جان سے عزیز آقا! صفیہ کے عزیز اور رشتہ دار ہمارے ہاتھوں جنگوں میں قتل ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے رسول اللہؐ کی حفاظت کے خیال سے میرے دل میں کئی اندیشے اور وسوسے اٹھتے تھے۔ اس لیے میں آج ساری رات حضورؐ کے خیمہ کا پہرہ دیتا رہا ہوں۔ رسول اکرمؐ کے دل میں اس وقت اپنے اس فدائی اور عاشق کے لیے خاص دعا کا جوش پیدا ہوا اور آپؐ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی کہ ”اے اللہ! ابو ایوب کو ہمیشہ اپنی حفاظت اور امان میں رکھنا جس طرح رات بھر یہ میری حفاظت پر مستعد رہے“ اور رسول اکرمؐ کی یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ آپ نے ایک طویل صحت و سلامتی والی عمر پائی۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 81)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مکہ میں ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والے انتہائی معزز عمائدین مکہ میں سے تھے۔ مگر شعب ابی طالب میں دیگر صحابہ کے ساتھ آپ نے بھی سخت تکالیف اور مصائب کو انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں رسول اللہؐ کے ساتھ پیشاب کرنے کے لیے نکلا تو پاؤں کے نیچے کوئی سخت چیز آئی۔ وہ اونٹ کی کھال کا ٹکڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر دھویا، پھر اسے جلا کر دو پتھروں سے باریک کر کے کھا لیا اور اوپر سے پانی پی لیا اور تین دن کے لیے اس سے قوت حاصل کی۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی اکرمؐ مدینہ تشریف لائے تو مخدوش حالات کی وجہ سے رات آرام کی نیند نہ سو سکے۔ ایک رات آپؐ نے فرمایا کہ آج خدا کا کوئی نیک بندہ پہرہ دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ تب اچانک ہمیں ہتھیاروں کی آواز سنائی دی۔ رسول اکرمؐ نے پوچھا کہ کون ہے؟ آواز آئی میں سعد (سعد بن ابی وقاصؓ) ہوں۔ فرمایا کیسے آئے؟ عرض کیا مجھے آپ کی حفاظت کے بارہ میں خطرہ ہوا اس

بقیہ صفحہ 16 پر

ابن زاہد شیخ

خدام صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے فدائیت کے واقعات

''۔۔میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔۔''

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی انسان کی جسمانی اور روحانی نشو ونما کے سامان پیدا فرما دیئے۔صفت رحمٰن کے تحت والدین عطا کر دیئے جو ہر دم انسان کی جسمانی نشوونما، خوراک وغیرہ کا خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کے ذریعہ انسان کی روحانی نشو ونما کا سامان مہیا فرما دیا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق حضرت اقدس مسیح موعودؑ تک تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اپنے ماننے والوں میں ایک روحانی انقلاب برپا کر دیا اور تمام انبیاء نے اس کام کی تکمیل کے لئے مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (الصّف:15) یعنی کون ہے جو اللہ کے کام میں مددگار بنے گا؟ کا نعرہ بلند کیا۔ اس پر ہمیشہ انبیاء کی امتوں میں سے جواں مرد افراد نے نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ یعنی ہم ہیں جو اللہ کے کام میں مددگار ہوں گے (الصّف:15) کا جوابی نعرہ بلند کیا۔

تاریخ اُمم ان جواں مردوں کے انبیاء پر فدائیت کے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن جس قسم کی فدائیت ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اصحاب و خدام نے آپ ﷺ پر دکھائی اس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی۔ اس سبب سے حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے (للبیہقی 152)۔

پس اس زمانہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے غلام صادق اور عاشق صادق حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک مرتبہ پھر ان صحابہ کی یاد کو زندہ کرتے ہوئے، دوبارہ اس روحانی مقام کو حاصل کرنے کے راستے دکھائے اور اپنے منظوم کلام میں فرمایا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

پھر جب آپؑ کے اصحاب نے محبت رسول ﷺ و اصحابہ کا مے پی لیا اور صحابہ رسول ﷺ کے رنگ میں رنگیں ہو گئے تو آپؑ نے اپنے اصحاب کے متعلق یہ گواہی دی کہ ''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزار ہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرے پر صحابہؓ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نُور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام مال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہونے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں''

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 150)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے علم کلام میں اپنے اصحاب کو نصائح کرتے ہوئے فارسی شعر کے اس مصرعے کا باکثرت استعمال فرمایا ہے کہ ''گر جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری''یعنی جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ آپؑ کے اصحاب نے آپ کی اس نصیحت کی خوب لاج رکھی اور جوانی میں ہی تعلق باللہ، عشق رسول ﷺ اور محبت و اطاعت مسیحؑ کا ایسا عملی نمونہ دکھایا جس کی نظیر یا تو دور اوّلین میں ہم کو ملتی ہے یا پھر آخرین کے اس دور میں ہمیں نظر آتی ہے۔ ذیل میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے خدام صحابہ کے فدائیت یعنی جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کے واقعات پیش ہیں۔ جیسا کہ خدام الاحمدیہ کا عہد بھی ہم سے اسی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔

صحابہؓ کا جان کی قربانی کے لئے پیش پیش رہنا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں میں سب سے بڑھ کر انسان کی جان قیمتی ہے۔ لیکن صحابہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حضورؑ کے لئے جان کی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا اور ہمیشہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حفاظت کے لئے حاضر رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے 29 ستمبر 1891ء کو تبلیغ و اشاعت کے لئے دہلی کا سفر کیا۔ اہل دہلی کے ایک طبقے نے خدا کے مسیح کے ساتھ ویسا ہی سلوک روا رکھا جیسا ماموران الٰہی کے ساتھ منکرین حق ابتداء سے کرتے چلے آئے ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے پیغام حق پہنچانے اور اہل دہلی جو علماء کے زیر اثر خطرناک غلط فہمیوں اور مخالفت و تشدد میں مبتلا تھے ان کو راہ راست پر لانے کے لئے 2 اکتوبر 1891ء کو مولوی نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبد الحق حقانی صاحب کو بذریعہ اشتہار وفات و حیات مسیح پر بحث کی کھلی دعوت دی۔ اس کے جواب میں مولوی عبدالحق صاحب نے تو عرض کی کہ ''حضرت میں تو آپ کا بچہ ہوں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ کا مقابلہ بھلا مجھ جیسا ناچیز آدمی کیا کرسکتا ہے۔ میرا نام اس اشتہار سے کاٹ دیں''۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اچھا آپ ہی اپنے ہاتھ سے کاٹ دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنا نام کاٹ دیا لیکن مولوی نذیر حسین صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے مجبور کرنے پر حضورؑ سے بحث کرنے کی حامی بھر لی۔

اس پر بالآخر 20 اکتوبر 1891ء کو دہلی کی جامع مسجد میں تحریری بحث یا قسم کھانے کے متعلق پروگرام طے پایا۔ مخالف عنصر نے حضورؑ کے مسجد میں قتل کے منصوبے بنالیئے۔ 20 اکتوبر کی صبح ہی سے یہ پیغام آنے لگے کہ آپ جامع مسجد میں ہرگز نہ جائیں فساد کا اندیشہ ہے، دہلی کے لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ یہ بات بالکل صحیح تھی۔ مگر حضرت اقدس مسیح موعودؑ بار بار فرماتے تھے کہ کوئی بات نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کافی ہے۔

ظہر وعصر کی نماز، ظہر کے وقت ہی جمع کی گئی اور دو تین بگھیاں کرایہ کی منگائی گئیں۔ ایک بگھی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ، سید امیر علی شاہ صاحب، مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی اور ایک اور بزرگ سوار ہوئے۔ ایک بگھی میں پیر سراج الحق صاحب، غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی اور محمد خاں صاحب کپورتھلوی اور ایک اور بزرگ اور تیسری میں حکیم فضل دین صاحب بھیروی اور بعض اور بزرگ بیٹھ گئے جن سب کی تعداد حضرت مسیح ناصریؑ کے حواریوں کی مانند بارہ تھی۔ ان بزرگوں میں سے باقی چھ کے نام یہ ہیں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب، منشی اروڑا خان صاحب، حافظ حامد علی صاحب، میر محمد سعید صاحب، سید فضیلت علی صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی تھے۔ راستے میں کئی بد بخت گھات میں بیٹھے گئے کہ بندوق سے حضور پر فائر کر دیں۔ لیکن خدا کی قدرت جس راہ سے بگھی والوں نے جانا تھا بگھی والوں نے کہا کہ ہم اس راہ سے نہیں جائیں گے۔حضور بخیریت جامع مسجد کے جنوبی دروازے کی سیڑھیوں تک پہنچ کر جو آدمیوں سے بھری ہوئیں تھیں۔ گاڑی سے باہر تشریف لائے۔ خدام کچھ حضور کے دائیں بائیں ہو گئے اور کچھ عقب میں اور حضور نہایت متانت و وقار سے سیڑھیاں طے فرما کر دروازہ مسجد کے اندر داخل ہوئے اور صحن مسجد سے گذر کر وسطی محراب مسجد میں رونق افروز ہو گئے۔ مسجد میں بھی ہزاروں کا مجمع تھا۔حضورؑ کے دائیں بائیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب وغیرہ بیٹھے۔

حضورؑ کی طرف سے مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے ساتھیوں کو وفات وحیات مسیح پر بحث شروع کرنے کا کہا گیا مگر وہ نہ مانے۔ پھر حضور نے قسم کھانے کا کہا تو اس پر بھی وہ نہ مانے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بحث نہ کرنے کے لئے عذر کیئے۔ اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر بڑے درد سے کہا کہ ''آج تو شیخ الکل صاحب نے دہلی کی عزت خاک میں ملادی اور ہمیں خجالت کے دریا میں ڈبو دیا''۔ اس پر نادان اور جاہل مشتعل ہو گئے اور اپنے خونی پروگرام کی تکمیل کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پولیس کی طرف سے مباحثہ ختم کرنے کا اعلان ہو گیا۔ اس موقع پر بھی حضور کے خدام نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور باہر آ گئے مگر بگھی والوں کو مخالفین نے بھگا دیا تھا۔ پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے گاڑی پر حضور کو کوٹھی روانہ کیا اور جب تک حضور کو کوٹھی تک پہنچا کر گاڑی واپس نہیں آ گئی حضور کے خدام اور فرض شناس سپرنٹنڈنٹ سیڑھیوں پر ٹھہرے رہے۔ پھر خدام حضور کی خدمت میں پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 421-430)

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دو صحابہ حضرت میاں عبد الرحمٰن صاحب کو 20 جون 1901ء کو اور حضرت صاحبزادہ عبد الطیف صاحب شہید کو 14 جولائی 1903ء کو حضور کی حیات مبارکہ میں افغانستان میں شہید کیا گیا۔ ان دونوں شہداء کا واقعہ شہادت حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں بیان فرمایا ہے۔

صحابہؓ کا مالی قربانی کے لئے پیش پیش رہنا

اس دنیا میں جان کی اہمیت کے بعد عموماً مال کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

خاص طور پر جوانی کی عمر میں تو مال سے محبت اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ حضورؑ کے صحابہؓ نے مال کی قربانی سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی تھے۔ آپ 1863ء میں پیدا ہوئے اور آپ کو 26 سال کی عمر میں 23 مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ دل و جان سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر فدا تھے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ ایک کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں فرمایا کہ کپورتھلہ کی جماعت اس کی اشاعت کا خرچ برداشت کرے۔حضرت منشی صاحب نے فوراً جا کر اپنی اہلیہ محترمہ کا زیور فروخت کیا اور خود ہی اشاعت کا خرچ برداشت کیا۔

(313اصحاب صدق و صفا صفحہ 36)

حضرت اقدسؑ کے ایک صحابی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ تھے۔ آپ 1866ء میں پیدا ہوئے اور 26سال کی عمر میں 1892ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ حافظ قرآن بھی تھے۔آپ کی بیٹی حضرت رشیدہ بیگم صاحبہ (المعروف حضرت محمودہ بیگم) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقد میں آئیں اور ام ناصر تھیں۔آپ کو جماعت کے لئے غیرمعمولی مالی قربانی کی توفیق ملی یہاں تک کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے گورداسپور میں مقدمہ کے وقت مالی تحریک فرمائی تو جس دن انہیں تنخواہ ملی اسی دن اس مالی تحریک کا علم ہوا اور ساری تنخواہ 450 روپے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیج دیئے۔کسی دوست نے گھر کی ضرورت کے لئے کچھ پیسے رکھنے کا کہا تو جواب دیا کہ ''خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے۔تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں''۔

(313 اصحاب صدق و صفا صفحہ 204)

صحابہؓ کا اپنی اولاد کو حضورؑ پر فدا کرنا

قرآن کریم نے مال اور اولاد کی محبت کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ اولاد دنیوی نعمتوں میں سے انسان کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے اپنی اولاد کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے قدموں پر فداء کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔گویا کہ صحابہ رسول ﷺ کے فداک امی و ابی یا رسول اللہ ﷺ کے انداز تخاطب کو فداک ذریتی یا مسیح الزمان کے انداز میں پیش کر دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت میاں محمد خان صاحب کپورتھلوی تھے۔آپ 1860ء میں پیدا ہوئے اور 29 سال کی عمر میں 23 مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بیٹے بشیر اول کی وفات ہوئی تو آپ نے صدمہ سے ان جذبات کا اظہار کیا کہ ''اگر میری ساری اولاد بھی مرجاتی اور ایک بشیر جیتا تو کچھ رنج نہ تھا''۔حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ ''یہ شخص تو ہم سے بھی آگے نکل گیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت میاں محمد خان صاحبؓ کی اس فدائیت کی گواہی آپؓ کی وفات پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو الہام کی صورت میں اس طرح دی کہ الہام ہوا ''اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے'' مجلس میں بیٹھے حاضرین کو تعجب ہوا۔ دریں اثناء مجلس میں حضرت میاں محمد خان صاحبؓ کی وفات کی خبر ملی تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ الہام انہی کے بارہ میں تھا۔آپ کی وفات یکم جنوری 1904ء کو ہوئی۔

(313اصحاب صدق و صفا صفحہ 34)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ تھے۔آپ بیان کرتے ہیں کہ ''میرا ایک لڑکا تھا جو کافی بڑا ہو گیا تھا اور وہ کھیلتا پھرتا تھا مگر میں نے اس کا نام نہیں رکھا تھا۔میری نیت یہ تھی کہ میں اسے قادیان لے کر جاؤں گا اور حضرت صاحب سے اس کا نام رکھواؤں گا۔کوئی اسے کسی نام سے پکارتا تھا کوئی اور کسی نام سے۔ ان دنوں صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی تازہ ہی شہادت ہوئی تھی۔حضورؑ کی مجلس میں صاحبزادہ صاحب کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔نیر صاحب نے یہ کہہ کر بچہ پیش کیا کہ حضور یہ سید عزیز الرحمٰن صاحب کا بچہ ہے۔حضور اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں۔حضور نے اس محبت کی وجہ سے جو حضور کو شہید مرحوم کے ساتھ تھی فرمایا: اس کا نام عبداللطیف رکھ دو۔میں (سید عزیز الرحمٰن) اس کو شہید کہہ کر پکارا کرتا تھا۔اس کی ماں اس بات پر چیں بجبیں ہوتی تھی۔خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اس کا ہیضہ سے انتقال ہو گیا۔اس وقت حضور کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اسے مقبرہ بہشتی میں دفن کر دیا جائے؟ مگر حضور نے فرمایا کہ دوسرے قبرستان میں دفن کر دو۔وہ لڑکا شہید ہے۔اس طرح حضور کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے''

(الفضل انٹرنیشنل 13 تا 19 جنوری 1995ء صفحہ 13،سیرالمہدی)

صحابہؓ کی وقت کی قربانی

وقت کی اہمیت کو ہر دور میں سمجھا گیا ہے اور اس زمانہ میں وقت کی قدروقیمت اور بھی بڑھ گئی ہے جبکہ اداروں کی طرف سے گھنٹوں کے حساب سے معاوضہ مقرر کیا جاتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے صحابہ نے رسول اکرم ﷺ کے اصحاب صفہ کی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا در پکڑا اور پھر سارا وقت آپ کے در پر اپنی جھولیوں کو پھیلائے ہوئے خدا کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے بیٹھے رہے۔ان صحابہ نے حقیقی معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کر دکھایا۔

انہی اصحاب میں سے ایک حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی تھے۔آپؓ 1858ء میں پیدا ہوئے اور 21 مارچ 1889ء کو 31 سال کی عمر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔آپ 1898ء میں سیالکوٹ سے ہجرت کر کے قادیان تشریف لے آئے۔حضرت اقدسؑ کا ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' والا مضمون جلسہ اعظم مذاہب عالم میں حضرت مولوی صاحب نے ہی پڑھ کر سنایا تھا۔اس کے علاوہ خطبہ الہامیہ کو دوران خطبہ ساتھ ساتھ لکھتے رہے اور اس کا ترجمہ بھی کیا۔حضرت اقدسؑ کا لیکچر لاہور اور لیکچر سیالکوٹ بھی جلسہ عام میں پڑھنے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔

(313اصحاب صدق و صفا صفحہ 41)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ازالہ اوہام میں آپؓ کے متعلق فرمایا کہ ''حبّی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی: مولوی صاحب اس عاجز کے یک رنگ دوست ہیں اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہوں نے تائید دین کے لئے وقف کر رکھا ہے''

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 523)

اسی طرح حضورؑ کے ایک جوان صحابی حضرت صاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی تھے۔آپ کے والد کا نام شاہ حبیب الرحمٰن تھا اور آپ نبیرہ قطب الاقطاب شیخ جمال الدینؒ احمد وحضرت امام المسلمین نعمان ابوحنیفہ کوفی کی اولاد میں سے تھے۔آپ 1855ء میں پیدا ہوئے اور 34 سال کی عمر میں 23 دسمبر 1889ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ حضورؑ کی خط و کتابت میں معاونت کرتے اور آپکو حضورؑ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب ''تذکرۃ المہدی'' بھی تصنیف کرنے کی توفیق ملی۔

(313 اصحاب صدق و صفا صفحہ 61)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ''صاف باطن یک رنگ وللّٰہی کاموں میں جوش رکھنے والے اور اعلائے کلمہ حق کے لئے بدل و جان ساعی و سرگرم ہیں''

(ازالہ اوہام صفحہ 534)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کا نام بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔آپ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی اور سلسلہ کے دیرینہ خادم تھے۔آپ 1873ء میں پیدا ہوئے اور 18 سال کی عمر میں 1891ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چہرہ مبارک پر فدا ہوگئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے مجھے حضرت صاحب کی صداقت کو قبول کرنے اور آپ کی بیعت کر لینے کی طرف کشش کی سوائے اس کے کہ آپ کا چہرہ مبارک ایسا تھا جس پر یہ گمان نہ ہوسکتا تھا کہ وہ جھوٹا ہے''

سنہ 1900ء میں آپ ایک سرکاری عہدے سے مستعفی ہو گئے اور خدمت سلسلہ کے لئے قادیان ہجرت کر لی۔آپ کو بطور ایڈیٹر اخبار البدر اور مبلغ سلسلہ انگلستان و امریکہ خدمت کی توفیق ملی۔اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو انگریزی اخبارات اور کتب کا ترجمہ سنایا کرتے تھے۔ انگریزی زبان میں خط و کتابت آپ ہی کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الہامات اور ملفوظات بھی آپ کو لکھنے کی توفیق ملی۔

(313اصحاب صدق و صفا صفحہ 113)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ''میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر بقضائے الٰہی فوت ہوگئے ہیں۔مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آ گیا ہے۔یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ رکن جوان، صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں یعنی مفتی، محمد صادق صاحب بھیروی قائمقام محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اس کا ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا یہ کام ان کے لئے مبارک کرے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے''۔آمین

(ریویو آف ریلیجنز اپریل 1905ء)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت میاں عبد اللہ صاحبؓ پٹواری سنوری تھے۔آپ 1861ء میں پیدا ہوئے اور آپ کو اپنے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بارہ میں علم ہوا۔حضور اس وقت براہین احمدیہ تصنیف فرمارہے تھے۔چنانچہ آپ 21 سال کی عمر میں 1882ء میں قادیان چلے گئے اور حضور کے ساتھ براہین احمدیہ حصہ چہارم کے طبع میں خدمت کی توفیق پائی اور بالآخر 29 سال کی عمر میں 22مارچ 1889ء کو بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ بیان کرتے ہیں کہ ''اس وقت تک میں نے براہین احمدیہ یا اس کا اشتہار خود نہیں دیکھا تھا۔یہاں آکر بھی کوئی دلائل حضور یا کسی اور سے نہیں سنے بلکہ میری ہدایت کا موجب صرف حضور کا چہرہ مبارک ہی ہوا''

سرخ چھینٹوں والے واقعہ کے بھی آپ عینی شاہد تھے اور سرخ

چھینٹوں والا کرتہ آپ کی حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر فدائیت کا ثبوت بن گیا۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”حِبّی فی اللہ میاں عبداللہ سنوری۔ یہ جوان، صالح اپنی فطرتی مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لا سکتا“

(313 اصحاب صدق و صفا صفحہ 77)

صحابہؓ کا دنیوی مقاموں کو چھوڑ کر حضور کے قدموں میں بیٹھ جانا

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب تھے۔ آپ 1875ء میں پیدا ہوئے اور 17 سال کی عمر میں 1892ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا اور جوانی میں ہی آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کا خاندان مغل برلاس قوم سے تعلق رکھتا تھا اور مورث اعلیٰ مرزا عبدالحکیم بیگ صاحب تھے۔ ان کا بنا کردہ گاؤں موضع حکیم پور تھا اور فوج کے سرداروں میں سے تھے۔حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب کے پڑدادا مرزا عبدالرحیم صاحب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مصاحبوں میں سے تھے اور سکھ حکومت سے قبل ریاست ٹونک میں وزیر اعظم رہ چکے تھے۔آپؓ کے والد مرزا نیاز بیگ صاحب ضلعدار نہر پراونشل درباری تھے۔ آپ کے قدیم معزز خاندان کا ذکر ضلع گرداسپور کے سرکاری گزٹ میں جو بحکم سرکار 1891ء،1892ء میں طبع ہوا پایا جاتا ہے۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ نے دور طالبِ علمی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور اخلاص و وفا میں غیرمعمولی ترقی کر گئے۔ آپؓ نے کبھی بھی اپنے حسب ونسب اور خاندانی جاہ وحشمت کو اپنے ایمان اور فدائیت کے درمیان حائل ہونے نہیں دیا۔ بلکہ عاجزی اور درویشی کا رنگ ہمیشہ آپ کی پاکیزہ فطرت سے ظاہر ہوتا رہا۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اتنی تڑپ تھی کہ کوئی مہینہ نہ گزرتا تھا جس میں ایک دو مرتبہ حضورؑ کی زیارت سے مشرف نہ ہوآتے تھے۔ جب دو چار روز کی رخصت ہوتی تو قادیان جا گزارتے۔ آپ قادیان میں آ کر اپنا وقت حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ کے درس میں گزارتے۔ اس طرح آپؓ نے قریباً سارے قرآن مجید کی تفسیر پر عبور حاصل کرلیا تھا۔حضرت مسیح موعودؑ موسم گرما میں جب ڈیوڑھی کے باہر مسقّف کوچہ میں آرام کرتے تو آپؓ پاؤں اور بدن دباتے اور کبھی نیند آجاتی تو چارپائی پر حضورؑ کے ساتھ ہی سو جاتے۔ بارہا آپ نے حضورؑ کی کمر کو بوسہ دیا اور ان کی عادت تھی کہ بوسہ دیتے اور جسم دباتے وقت تضرّع کے ساتھ اپنے لئے دعا بھی کرتے تھے۔ آپؓ حضورؑ کے پرانے کپڑے اور بال تبرکاً اپنے پاس رکھتے اور حضورؑ کے لئے نئی رومی ٹوپی لاتے اور پرانی خود لے لیتے۔ مجلس میں حضور کے بہت زیادہ قریب بیٹھتے اور ٹکٹکی لگا کر چہرہ مبارک کو دیکھتے۔ اور پاؤں یا بازو یا کمر وغیرہ دباتے۔ اور درود و استغفار پڑھتے رہتے۔

1898ء میں جب مدرسہ احمدیہ پرائمری کا آغاز ہوا اور اسی سال ہی مڈل کی کلاسز بھی شروع ہوئیں تو آپ کو مڈل کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب کی وفات جوانی میں سن 1900ء میں ہوئی۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپ کی وفات پر تعزیت نامہ میں فرمایا کہ ”۔۔۔ ایک جوان، صالح، نیک بخت، جو اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا اور ایک پودہ نشو ونما یافتہ جو امید کے وقت پر پہنچ گیا تھا۔ یک دفعہ اس کا کاٹا جانا اور دنیا سے ناپدید ہوجانا، سخت صدمہ ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ سوختہ دلوں پر رحمت کی بارش کرے۔ اس خط کے لکھنے کے وقت جو ایوب بیگ مرحوم کی طرف توجہ کی کہ وہ کیونکر جلد ہماری آنکھوں سے ناپدید ہوگیا۔ اور تمام تعلقات کو خواب و خیال کر گیا۔ یکدفعہ یہ الہام ہوا مبارک وہ آدمی جو اس دروازے کے راہ سے داخل ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی ہے اور خوش نصیب وہ ہے جس کی ایسی موت ہو۔۔۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ“

(اصحاب احمد جلد اول صفحہ 79-110)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت صاحب دین صاحبؓ آف تہال گجرات تھے۔ آپ 1874ء میں پیدا ہوئے اور 18 سال کی عمر میں 1892 ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ تہال میں امام مسجد تھے۔ آپ ٹائپسٹ بھی تھے اور حضرت اقدسؑ کے لئے ان کے دستاویزات ٹائپ کرکے دیا کرتے تھے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں اطلاع ملی کہ حضور فلاں وقت لاہور پہنچ رہے ہیں ہم ریلوے اسٹیشن گئے۔ اس وقت فٹن گاڑی کا رواج تھا۔ ہم نے گھوڑے الگ کئے اور گاڑی کو خود کھینچنے کی سعادت حاصل کرنا چاہی۔حضرت مسیح موعودؑ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ ہم انسانوں کو ترقی دے کر اعلیٰ مدارج کے انسان بنانے آئے ہیں نہ یہ کہ ان کو جانور بنا دیں۔ گھوڑے جوڑ دو۔ یہ سن کر ہم نے فوراً گھوڑے جوڑ دیئے۔ میں سارا وقت گاڑی پر کھڑا حضور پر چھتری تانے رہا۔ مجھے یہ سعادت ملی کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا چھتر بردار ہوں۔

(313 اصحاب صدق و صفا صفحہ 298)

فدائیت کے لئے اخلاص ہونا چاہیے

اب مضمون کے آخر پر خاکسار ایک سوال جو اس مضمون کو پڑھ کر ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ فدائیت کے لئے کون سی صفات ضروری ہیں؟ اس کا مختصر جواب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی کی زندگی کے واقعات کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی تقریباً 1878ء میں پیدا ہوئے اور 19 سال کی عمر میں 1897ء کو حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ آپ صاحب رؤیا وکشوف والہام بزرگ تھے۔

آپ اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سن 1899ء میں، میں اور مولوی امام الدین صاحبؓ جب قادیان پہنچے اور حضور کی خدمت اقدس میں پیش ہونے لگے تو اندرونی زینہ پر چڑھنے سے قبل حضورؑ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کے لئے میں رک گیا۔مولوی صاحب اتنی دیر میں مسجد کے اوپر بارگاہ نبوت میں جا پہنچے۔حضورؑ نے مولوی صاحب کو مصافحہ کا شرف بخشتے ہی فرمایا کہ ”وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آرہا تھا اس کو بلاؤ“۔ چنانچہ مولوی صاحب واپس لوٹے اور زینہ پر آ کر کہنے لگے میاں غلام رسول آپ کو حضرت صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ میں یہ سنتے ہی حضور کی خدمتِ عالیہ میں جا پہنچا اور جب مصافحہ اور دیدار مسیحؑ سے مشرف ہوا تو اس وقت مجھ پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی کہ میں بے ساختہ حضور کے قدموں میں گرگیا اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ حضور انور اس وقت نہایت ہی شفقت سے میرے سر اور میری پیٹھ پر دست مسیحائی پھیرتے جاتے تھے اور مجھے دلاسا دیئے جاتے تھے۔

(حیات قدسی صفحہ 18-19)

اسی طرح آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قادیان میں حضور اقدسؑ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی رقم نہ تھی کہ خدمت عالیہ میں مناسب نذرانہ پیش کرتا۔ اس لئے جذبۂ محبت وعقیدت سے دو آنہ کے پتاشے ہی لے کر حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور نماز عصر کے بعد پیش کر دیئے۔حضور اقدسؑ نے بڑی مسرت سے انہیں قبول فرمایا اور ایک خادم کے ذریعہ اندرون خانہ بھجوا دیئے۔

(حیات قدسی صفحہ 72)

پس فدائیت کے لئے بہت مالدار ہونا، عمر میں زیادہ ہونا یا خوبصورت لباس کو زیب تن کئے ہونا ضروری نہیں بلکہ اخلاص و وفا میں بڑھے ہونا اور باادب ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ کے دوآنے کے پتاشوں کو بھی حضور نے نہایت مسرت سے قبول فرمایا اور آپ کے اخلاص کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

حرف آخر

آج ہم بھی اپنی جوانی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ جس میں رجوع الی اللہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہوتا ہے اور پیغمبروں کا شیوہ جانا جاتا ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت ہمیں اپنی روحانی صلاحیتوں کو بڑھانے اور جماعت کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے کا ایک زریں موقع میسر ہے۔ ہمارا خدام الاحمدیہ کا عہد بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم ہر وقت ہر قربانی کے لئے تیار رہیں اور بوقت ضرورت اپنی قربانیاں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ عہد کے الفاظ ہیں کہ ”میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا“۔ (ان شاء اللہ)

(لائحہ عمل مجلس خدام الاحمدیہ صفحہ 1)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ”جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے واقعات پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو ان کی نیک فطرت، ان کی صداقت کی پہچان کے لئے تڑپ، ان کی جان مال قربان کرنے کے لئے تڑپ اور کوشش اور ان کے حضرت مسیح موعودؑ سے عشق و محبت کے اپنے اپنے ذوق اور سمجھ کے مطابق معیار اور اس کا اظہار نظر آتا ہے۔ غرضیکہ یہ وہ آخرین تھے جو پہلوں سے ملنے کے لئے اپنے اپنے رنگ میں حق ادا کرنے والے بننے کے لئے کوشش کرنے والے تھے۔ ہر ایک کا اپنا انداز تھا اور ان کو دیکھنے والوں اور ان سے قریبی تعلق والوں نے بھی ان صحابہ کے ہر انداز اور اخلاق و کردار سے اپنے رنگ میں نصیحت حاصل کی یا بعض باتوں سے نتائج اخذ کئے“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 اگست 2015ء۔روزنامہ الفضل 22 ستمبر 2015 صفحہ 2)

”رفقاء حضرت مسیح موعود کی روایات ہماری نسلوں کیلئے نصیحت اور بعض مسائل کا حل پیش کرنے والی ہیں“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 2015ء۔روزنامہ الفضل 22 ستمبر 2015 صفحہ 2)

خاکسار نے مندرجہ بالا مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے خدام صحابہ کے جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کے چند واقعات بیان کئے ہیں۔ تاریخ احمدیت ان واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان باتوں کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: صحابہ رسول اللہؐ کی فدائیت کے واقعات...... از صفحہ 12

لیے پہرہ دینے آیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے پہرہ دیا اور رسول کریمؐ آرام سے اس رات سوئے۔

(منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد 5 صفحہ 71 بحوالہ سیرت صحابہ رسولؐ)

مردوں کی فدائیت تو کجا مسلم خواتین کو بھی آنحضرتؐ کے ساتھ ایسا بےنظیر اخلاص تھا کہ وہ حضورؐ کے وجود کو اپنے تمام اقرباء سے زیادہ قیمتی تصور کرتی تھیں۔ جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ بمع صحابہ کرام کے شام کے قریب مدینہ کو واپس ہوئے۔ چونکہ اس جنگ میں یہ افواہ پھیل چکی تھی کہ آنحضرتؐ نے شہادت پائی ہے اس لیے مدینہ کی عورتیں عالم گھبراہٹ میں گھروں سے نکل کر رستہ پر کھڑی تھیں۔ اور عالم بے تابی میں منہ اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھیں کہ اس طرف سے کوئی آتا ہوا دکھائی دے اور وہ آنحضرتؐ کے متعلق دریافت کریں۔ ایک انصاری عورت نے ایک شخص سے جو اسے احد سے واپس آتا ہوا دکھائی دیا آنحضرتؐ کے متعلق دریافت کیا۔ اس آدمی نے عورت کے سوال کا تو کوئی جواب نہ دیا لیکن یہ کہا کہ تمہارا باپ شہید ہوگیا ہے۔ اس عورت نے اپنی بے تابی کے باعث اس خبر کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے پھر حضورؐ کے متعلق پوچھا۔ اس نے پھر اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ کہا کہ تمہارا بھائی بھی شہید ہو چکا ہے۔ مگر اس عورت کے نزدیک یہ خبر بھی چنداں اہمیت نہ رکھتی تھی۔ اس کی نظر میں باپ اور بھائی بہن سب اس وقت ہیچ نظر آرہے تھے اور ایک ہی خیال تھا کہ اس محبوب حقیقی کی حالت سے آگاہ ہو۔ اس لیے اس نے نہایت بے تابی کے ساتھ پھر وہی سوال دہرایا۔ یعنی آنحضرتؐ کے متعلق دریافت کیا کہ آپؐ کیسے ہیں لیکن اب بھی اس شخص نے اسے اس کے خاوند کی شہادت کی اندوہناک خبر سنائی۔

مگر اس خبر نے بھی جو اس کے خرمن امن کو جلا کر خاکستر کر دینے کے لیے کافی تھی اس شمع نبوت کے پروانہ پر کوئی اثر نہ کیا۔ وہ عورت پھر بے چین ہو کر بولی کہ مجھے ان خبروں کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو صرف یہ بتاؤ کہ رسول خداؐ کا کیا حال ہے۔ آخر جب اس نے اسے بتایا کہ آنحضرتؐ بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہیں اور صحیح و سالم تشریف لا رہے ہیں۔ یہ جواب سن کر اس عورت کی جان میں جان آئی اور باوجود یہ کہ ایک لحہ پہلے وہ اپنے تمام خاندان کی تباہی کی خبر سن چکی تھی لیکن آنحضرتؐ کی سلامتی کی خبر نے تمام صدمات کو اس کے دل سے محو کر دیا۔ اور ایک ایسی راحت اور تسکین کی لہر اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی کہ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ کل مصیبة جلل۔ یعنی اگر آپؐ زندہ ہیں تو پھر سب مصائب ہیچ ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 3 صفحہ 105)

حضرت ام عمارہؓ ایک صحابیہ تھیں۔ غزوہ احد میں جب ایک اچانک حملہ کی وجہ سے بڑے بڑے بہادران اسلام کے پاؤں کچھ وقت کے لیے اکھڑ گئے تو وہ آنحضرتؐ کے پاس آپ کی حفاظت کے لیے پہنچ گئیں۔ کفار آپ کو گزند پہنچانے کے لیے نہایت بے جگری کے ساتھ حملہ پر حملہ کر رہے تھے۔ ادھر آپ کے گرد بہت تھوڑے لوگ رہ گئے تھے۔ جو آپؐ کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں پر کھیل رہے تھے۔ ایسے نازک اور خطرناک موقعہ پر حضرت ام عمارہؓ آپؐ کے لیے سینہ سپر تھیں۔ کفار جب آنحضرتؐ پر حملہ کرتے تو وہ تیر اور تلوار کے ساتھ ان کو روکتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے خود فرمایا کہ میں غزوہ احد میں ام عمارہ کو برابر اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قیمہ جب آنحضرتؐ کے عین قریب پہنچ گیا تو اسی بہادر خاتون نے اسے روکا۔ اس کمبخت نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس جانباز خاتون کا کندھا زخمی ہوا۔ اور اس قدر گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا۔ مگر کیا مجال کہ قدم پیچھے ہٹا ہو بلکہ آگے بڑھ کر اس پر خود تلوار سے حملہ آور ہوئیں اور ایسے جوش کے ساتھ اس پر وار کیا کہ اگر وہ دوہری زرہ نہ پہنے ہوئے ہوتا تو قتل ہوجاتا۔

(سیرۃ ابن ہشام ذکر احد)

(حضرت ام عمارہؓ کے اسی فدائیانہ واقعہ کا ذکر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے حالیہ خطبہ جمعہ مؤرخہ 10 جون 2022 میں بھی فرمایا ہے)

آخر پر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے نیک اور پاکیزہ نمونہ پر چلتے ہوئے خدا اور خدا کے رسولؐ کی راہ میں اسی طرح کی فدائیت، اطاعت اور محبت کے نمونے پیش کرتے ہوئے ایمان، اخلاص، اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک سبق آموز بات

تلخ ماضی

ہر انسان کی زندگی خوشیوں، غموں کہیں تلخیوں اور کہیں حادثات سے عبارت ہے۔ اکثر انسان اپنی زندگی کو ماضی کی تلخ یادوں کے ساتھ مقید کر لیتا ہے پھر تلخ باتوں اور تلخ رویوں کو یاد کر کے کڑھتے رہنا حال کے ساتھ ساتھ مستقبل کو بھی خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صرف اور صرف تلخیوں سے حاصل ہونے والے سبق کو ہی یاد رکھا جائے۔ تا کہ انسان کی ذہنی و جسمانی نشوونما اور دینی و دنیاوی ترقی کا راستہ کھلا رہے۔

مرسلہ: ثمرہ خالد۔ جرمنی

طلوع وغروب آفتاب

4/اگست2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:32	18:58
مدینہ منورہ		04:26	19:04
قادیان		04:14	19:23
ربوہ		03:54	19:03
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:03	20:46

فقہی کارنر

رسول اللہ ﷺ کی بابت ادب

ایک شخص کا خط (حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں) پیش ہوا کہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا مگر خواب میں حضرت رسول کریم ﷺ نے مجھے منع کیا ہے۔ اس کی کیا تعبیر ہے؟

فرمایا کہ ’’ممکن ہے کہ اس کی تعبیر خواہ کچھ اور ہو لیکن طریق ادب یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اسی پر عمل کیا جاوے۔‘‘

(اخبار بدر نمبر 7 جلد 6 مؤرخہ 14/ فروری 1907ء صفحہ 8)
(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)